نفاذِ شریعت

اور

فقہ جعفریہ

تالیف

چوہدری امان اللہ لک ایم اے۔ ایل ایل بی

ایڈووکیٹ گجرات

عقیدہ لائبریری
www.aqeedeh.com

یہ کتاب عقیدہ لائبریری سے ڈاؤن لوڈ کی گئی ہے.

www.aqeedeh.com/ur/

E-mail: book@aqeedeh.com

بعض مفید اسلامی ویب سائٹس:

www.aqeedeh.com
www.sadaislam.com
www.zekr.tv
www.kalemeh.tv
www.ahlehaq.org/hq
www.islamhouse.com
www.eeqaz.com
www.tauheed-sunnat.com
www.islamic-forum.net
www.khatm-e-nubuwwat.com
www.kitabosunnat.com
www.muhammadilibrary.com
www.islamqa.info/ur
www.quran-o-sunnah.com
www.deeneislam.com
www.nadwatululama.org

نفاذِ شریعت

اور

فقہ جعفریہ

تالیف

چوہدری امان اللہ لک ؒ ایم اے - ایل ایل بی

ایڈووکیٹ گجرات

نفاذِ شریعت

اور

فقہ جعفریہ

تالیف

چوہدری امان اللہ لک ایم اے ایل ایل بی

ایڈووکیٹ گجرات

تاریخ اشاعت پہلا ایڈیشن ـــــــ ۱۲ جون سنہ ۱۹۷۹ء

تعداد ـــــــ ۲۰۰۰

مؤلف و ناشر ـــــــ چوہدری امان اللہ ملک

مطبع ـــــــ عکاس پرنٹرز پشاور

کاتب ـــــــ فیض ہزاروی

ایڈیشن دوم

اگست سنہ ۱۹۷۹ء

پیش لفظ (طبع سوم)

نفاذ شریعت کے نام سے اس کتاب کا موضوع اور مقصد واضح ہے۔ میں نے یہ کتابچہ خالصتاً قانونی نقطہ نگاہ سے نفاذ شریعت کے سلسلے میں لکھا تھا۔ میری یہ ناچیز کوشش محض ایک قانون دان کی حیثیت سے تھی۔ میں نہ تو مورخ ہوں، نہ مفتی نہ فقیہہ ہوں اور نہ مناظر اور نہ ہی ماہر فقہ حنفیہ۔ میں نے اپنے ذاتی مطالعہ اور مشاہدہ کے پیش نظر شیعہ کتب سے ان امور کو یکجا کیا تھا۔ جو کسی حد تک پبلک لاء کے ضمن میں آتے ہیں۔

اور مدعا اس بات پر روشنی ڈالنی تھی کہ اگر اس وقت ملک میں فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ کا بیک وقت نفاذ کر دیا گیا۔ تو اس ملک میں قانون کا نقشہ اور اس کا حشر کیا ہوگا۔ اور اگر فقہ جعفریہ نافذ العمل ہو جائے تو اسلام کا اور قرآن و سنت کا مفہوم کیا ہوگا۔ چونکہ فقہ جعفریہ اسی اختلاف کی بنیاد پر ہی استوار ہے۔

شیعہ عقائد کے مطابق موجودہ قرآن وہ نہیں ہے۔ جو محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اور وہ جو نازل ہوا تھا اس کا وجود دنیا پر کہیں نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح سنت ان احادیث نبوی پر مبنی ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے روایت کی ہیں۔ اور فقہ جعفریہ کے عقیدہ کے مطابق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرماتے ہی تین کے علاوہ سب صحابہؓ معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے۔ بقول شیعہ احادیث کا ذخیرہ مرتدین کی روایات کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا یہ دین کی بنیاد اور قانون کا ماخذ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ میرا مقصد اسی پس منظر میں غور و فکر کیلئے مستند مواد پیش کرنا تھا۔ تاکہ ان شیعہ عقائد اور ان کے مضمرات کا تعین ہو جائے۔ چونکہ قرآن و سنت کے الفاظ فقہ جعفریہ کے نفاذ سے بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لیے ارباب دانش کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ ملک کا سواد اعظم جو قرآن و سنت کا شیدائی ہے۔ فقہ جعفریہ کے نفاذ سے اس کا کیا حشر ہوگا۔

میرے اس پمفلٹ پر میرے خلاف مذہبی منافرت پھیلانے کا بے بنیاد مقدمہ گجرات کے تھانہ صدر میں سرکاری طور پر درج کرادیا گیا اور مجھے ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کرکے آزمائش میں ڈال دیا گیا۔ یہ مقدمہ مورخہ ۹-۸-۸۰ بجرم ۱۵۳/A ت پ درج ہوا جسکا چالان مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۸۱ء کو عدالت میں پیش ہوا اور مجھ پر فرد جرم عاید کردی گئی۔ مقدمہ کی کارروائی کے دوران میں نے عدالت کے سامنے مندرجہ ذیل تین سوال رکھے۔ جواب نہ انتظامیہ کے پاس تھا نہ "فقہ جعفریہ نافذ کرو" کا نعرہ لگانیوالوں کے پاس۔

۱۔ اس کتابچے میں جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں کیا وہ فقہ جعفریہ کی مستند اور بنیادی کتابیں نہیں ہیں ؟

۲۔ ان کتابوں سے جو اقتباسات پیش کئے گئے ہیں کیا ان کی عبارت غلط ہے یا ترجمہ ٹھیک نہیں یا کہ وہ سیاق و سباق سے الگ کرکے پیش کیے گئے ہیں ؟

۳۔ اگر اس کتابچے میں درج کتابیں فقہ جعفریہ کی بنیادی کتابیں نہیں ہیں تو وہ کونسی کتابیں ہیں جن پر انحصار کرتے ہوئے فقہ جعفریہ کے علیحدہ نفاذ کا مطالبہ کیا جارہا ہے ؟

ان سوالات کا جواب دینے کیلئے فقہ جعفریہ کے اکابرین اور مبلغین کو ۲۹-۸-۷۹ سے لیکر ۱۵-۱-۸۱ تک موقع دیا کہ پیش ہوکر ان حقائق کی تردید کریں۔ لیکن کسی شیعہ فقیہہ کو جرات نہ ہوئی کہ ان کی تردید کرے۔ نہ ہی وہ عدالت میں کوئی تائیدی شہادت پیش کرسکے۔ چنانچہ ۲۰-۱-۸۱ کو سرکار نے یہ مقدمہ بوجہ عدم ثبوت واپس لے لیا جو اس حقیقت کی تصدیق بھی ہے کہ اس کتابچے میں لکھا ہوا ایک ایک حرف صحیح اور مستند ہے۔ اس مقدمہ کی کارروائی کے بعد بھی کسی شیعہ مجتہد یا فقیہہ نے اس کی تردید میں نہ کچھ کہا نہ لکھا۔

چونکہ تا بمنظریں سے اس کتابچے نے ہر قاری کو حیرت میں ڈال دیا تھا اس لیئے میں نے دوسرے ایڈیشن میں قارئین کے دلوں میں پیدا ہونے والے ممکنہ شکوک کو دور کرنے کیلئے متعلقہ شیعہ کتب کے حوالہ جات کی فوٹو سٹیٹ نقول بھی شامل کردی تھیں۔ تیسرے ایڈیشن میں یہ نقول میں نے اس لیئے نہیں شامل کیں کہ اب اس کتابچے میں درج ہر حوالے کی صداقت تسلیم کی جا چکی ہے۔ ان کی جگہ میں نے اس ایڈیشن میں قارئین کے چند خطوط کو شامل کردیا ہے جو کہ ان کے تاثرات کے آئینہ دار ہیں۔

اس کتابچہ کا مطالعہ کرنیوالوں نے مجھے ہزاروں خطوط لکھے۔ میرے لیئے ان خطوط کا جواب دینا ناممکن تھا۔ اس لیئے میں ان سب احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے جہاں میری مغفرت کیلئے دعائیں کیں وہاں میری حوصلہ افزائی بھی کی۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے یہ کام مجھ جیسے گنہگار سے لیا۔

میں نے نفاذ شریعت کے پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں اجتماعی مسائل کا ذکر اس لیئے کیا تھا کہ ملک میں سواد اعظم کے مطالبہ پر نفاذ شریعت ہو رہا تھا جس میں پبلک لاء کے نفاذ کے ضمن میں فقہ جعفریہ کی حقیقت بیان کرنا وقت کا تقاضا تھا۔ اس ایڈیشن میں فقہ جعفریہ کے وہ حصے بھی پیش کرتا ہوں جنکا تعلق پرائیویٹ لاء سے ہے میری یہ کوشش ایک قانون دان کی قانون سازی کے ادارہ (پنجاب اسمبلی) میں قانون سازی کے ذاتی تجربہ کی بناء پر ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کی ہے میں نہ فقیہہ ہوں نہ ہی جبوثی ملاّ۔ اس لیئے میری تحریر کو خالصتاً قانونی نقطۂ نگاہ سے دیکھا اور پرکھا جائے۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب قارئین کو حقیقت حال سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے مخرفین ازلی کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے دین مصطفےٰ کی خدمت کا موقعہ اور ہمت عطا فرمائے اور میری اس ادنیٰ سی کوشش کو میری بخشش کا سبب بنائے۔ آمین

آپ کی دلی دعاؤں کا طالب
امان اللہ ایڈووکیٹ ۵ جناح روڈ گجرات

عرض مدعا

برصغیر کے مسلمانوں نے ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام کا خواب دیکھا۔ پاکستان اسکی ایک خوبصورت تعبیر بن کر وجود میں آیا۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد ہم نے بحیثیت مجموعی اس کے مقاصد بھلا دیئے۔ اور ربع صدی سے زائد عرصہ تک ہم اس عظیم عہد سے برابر روگردانی ہی کرتے رہے جو ہم نے اس سلسلہ میں اپنے اللہ سے باندھا تھا۔

۱۹۷۷ء میں نظام مصطفٰے کے نام سے جو تحریک اٹھی اس کا محرک اور مقصد اس جذبہ کا اجتماعی اظہار تھا کہ اس ملک میں اسلامی نظام کے بغیر کوئی دوسرا نظام نہیں چل سکتا۔ چنانچہ مسلمانان پاکستان کی بے پناہ قربانیوں کے بعد ۱۲ ربیع الاول کو ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا تاریخ ساز اعلان کیا گیا اور اسلامی حدود نافذ کی گئیں جس سے اہل وطن ہی نہیں بلکہ مسلمانان عالم کے دلوں میں ایک ولولہ تازہ ابھرنے لگا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہو رہا ہے لیکن جو عناصر پاکستان کو ایک اسلامی مملکت کے روپ میں ہرگز دیکھنا نہیں چاہتے انہوں نے محسوس کیا کہ اگر اسلامی نظام کا تجربہ اس ملک میں کامیاب ہو گیا تو اسلامی انقلاب پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ چنانچہ اسلام دشمن عناصر نے مسلمانوں کے مختلف معروف فرقوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دینے کی مہم شروع کر دی۔ پاکستانی عوام کے متفقہ مطالبہ کے پیش نظر نظام مصطفٰے کا اعلان تو ہو گیا مگر یہ آوازیں اٹھائی جانے لگیں کہ فقہ جعفریہ کا الگ نفاذ کیا جائے۔ چنانچہ اس اہم موڑ پر قوم کو صحیح رخ پر قدم اٹھانے کے لئے صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے مختلف فقہی مکاتب فکر کے نمائندگان پر مشتمل

ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔ جو اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے جناب صدر کی مدد کریگی میں اس ملک کا باشعور اور مسلمان شہری ہونے کی حیثیت سے اس ضمن میں قومی فریضہ کی ادائیگی کی غرض سے اپنے خیالات کا اظہار اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت اہم بلکہ پاکستان کی بقاء کا مسئلہ ہے لہذا موجودہ صورتِ حالات پر ہر ذی فہم شہری کو غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

اصلاح ہو یا انقلاب دونوں کا مقصد کسی بگڑی ہوئی حالت کا بدلنا ہوتا ہے لیکن دونوں کے محرکات اور طریقہ کار میں بنیادی فرق ہوتا ہے، اصلاح کی غرض تو بگڑے ہوئے اجزاء کی جگہ صالح اجزاء کا مہیا کرنا ہوتا ہے۔ لہذا اسکی ابتدا غور و فکر ہوتی ہے، ٹھنڈے دل سے سوچ بچار کر کے حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ انسان اس بگاڑ کے اسباب پر غور کرتا ہے خرابی کی حدود کی اس کے ازالہ کی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ مگر انقلاب کی غرض جیسا کہ اس لفظ کے معنی سے ظاہر ہے صورت حالات کو الٹ دینا ہوتا ہے۔ یہ صورت عموماً وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں بگاڑ جزوی نہیں بلکہ ہمہ پہلو ہوتا ہے۔ اور اپنی معراج کو پہنچ جاتا ہے۔ ایسے حالات میں لوگ صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ٹھنڈے دل سے سوچ و بچار کرنے کی جگہ غضب و انتقام کے جذبات ابھرتے ہیں اور انسان بالکل درندوں کے روپ میں ظاہر ہونے لگتے ہیں بیجا ضد اور ہٹ دھرمی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ حق کی تلاش کی جگہ باطل کو حق ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی جاتی ہے بلکہ حق و باطل کا امتیاز ہی سرے سے اٹھ جاتا ہے۔

آج اس ملک میں اس نظام کے نفاذ اور اس کے طریقہ کار پر بحث ہو رہی ہے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ برس کی نبوی زندگی میں عملاً نافذ کر کے دکھا دیا تھا اور انسانی زندگی کا انفرادی ہو یا اجتماعی کا کوئی پہلو تشنہ نہیں رہنے دیا گیا اور اہل پاکستان کے علاوہ تمام دنیا اس نظام کے نفاذ کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہے لیکن اس کے نفاذ پر

جو نزاعی صورت آج پیدا ہو چکی ہے اگر اسے حقائق کی روشنی میں نہ دیکھا گیا تو یہ نزاع انتہا کی خوفناک صورت اختیار کر سکتا ہے۔

اس خرابی کی اصل جڑ تو یہ نظر آتی ہے کہ ہمارے مذہبی رہنما فروعات میں اس درجہ منہمک ہو گئے ہیں کہ اصول کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ چکا ہے بلکہ فروعات نے ہی اصول کی جگہ لے لی ہے اور ان سے ہزار در ہزار فروعات کی فصل اگتی چلی جا رہی ہے Sense of Proportion تو کہیں ڈھونڈے نہیں ملتی شریعت اسلامی کی عمارت دراصل اس ترتیب سے قائم ہوئی تھی کہ سب سے پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ پھر ان دونوں کی روشنی میں اہل تقویٰ اور اہل اخلاص ارباب علم و بصیرت کا اجتہاد ہو۔ لیکن بدقسمتی سے اس ترتیب کو الٹ دیا گیا ہے اور اب اہمیت کے اعتبار سے ترتیب یوں قرار پائی ہے کہ سب سے پہلے ایک خاص طبقہ یا اپنی پسند کے علماء کے اجتہاد کو بنیاد بنا لیا گیا۔ پھر سنت رسول اللہ کی طرف بہ تکلف کبھی کبھی نگاہ اٹھا لی۔ پھر خانہ پری کے طور پر یا تبرک کے طور پر کتاب اللہ کا نام بھی لے لیا گیا میرے ناقص خیال میں یہ ہماری بدنصیبی کی اصل وجہ یہی ہے۔

ائمہ فقہ، متکلمین، مفسرین محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے علم و فضل انکی جلالت شان اور انکی مخلصانہ کوششوں کا انکار کون کر سکتا ہے مگر بشری کمزوریوں سے مستثنیٰ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کے پاس اکتساب علم کے وہی ذریعے تھے جو سب انسانوں کو حاصل ہونے ممکن ہیں۔ ان کے پاس وحی نہیں آتی تھی، ہاں وہ اپنی عقل و بصیرت سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر غور و فکر کیا کرتے تھے۔

اس طرح ان کی کاوش سے جو اصول ان کے نزدیک متحقق ہو جاتے تھے انکی مدد سے وہ حضرات فروعی قوانین اور مسائل کا استنباط کیا کرتے تھے۔ ان کے یہ اجتہادات ہمارے لئے مددگار اور رہنما تو ضرور بن سکتے ہیں اور بننے چاہئیں مگر بجائے خود اصل ماخذ و منبع

نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ انسانی اجتہاد خواہ اسکی بنیاد کچھ بھی ہو دنیا کے لئے دائمی قانون اور اٹل قاعدہ نہیں بن سکتا کیونکہ انسانی عقل، علم اور سوچ زمانہ کی قیود سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ زمان و مکان کی قید سے آزاد صرف وہی کتاب اور اس کے قوانین ہیں جو اس ہستی نے نازل فرمائی جو خود خالق زمان و مکان ہے۔ اس کتاب کا فیضان دو صورتوں میں بندوں تک پہنچا ایک الفاظ و آیات قرآنی کی صورت میں دوسرا ان الفاظ و آیات کی نبوی تفسیر اور عملی تعبیر کی صورت میں جسے اصطلاح میں سنت کہتے ہیں۔ یہی کتاب و سنت درحقیقت شریعت کے قانون کا وہ بنیادی ماخذ اور سرچشمہ ہے جس سے ہمیشہ اور ہر زمانے کے لوگ اپنے مخصوص حالات اور اپنی ضروریات کے مطابق قوانین اخذ کر سکتے ہیں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ جب تک اس نہج سے تشریعی امور طے ہوتے رہے اسلامی نظام کو ہر زمانہ اور ہر مملکت کے دل کی آواز قرار دیا جاتا رہا۔ جب کتاب و سنت پر کما حقہ غور و فکر کرنے کا جذبہ ماند پڑ گیا اور ان دونوں بنیادی ماخذوں سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی پسند کے فقہی مکتب فکر کو ہی بنیاد بنا لیا گیا تو اسلام ایک حرکی قوت (Dynamic Force) کی بجائے محض چند رسوم کا مجموعہ سمجھا جانے لگا۔ جو لوگ اقوام عالم کی علمی اور عملی رہنمائی کرنا سعادت سمجھتے تھے اب اغیار کی دریوزہ گری پر اتراتے نظر آتے ہیں۔ اور لے دے کے ایک شغل رہ گیا ہے کہ جزوی اور فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر اسلام سے جان چھڑانے اور نت نئے مذاہب ایجاد کرنے اور فرقہ بندی کو ہوا دینے میں کوئی کمی نہ رہنے دی جائے۔ اس کا نتیجہ لازماً وہی نکلنا تھا جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کی جگہ یَخْرُجُوْنَ مِنْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا سماں نظر آنے لگا اور اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کی جگہ رحماء علی الکفار واشداء بینھم کے مناظر سامنے آنے لگے اور کتاب اللہ نے تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى کے الفاظ سے منافقین کی سیرت کا جو نقشہ پیش کیا

اب وہ حالت مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے۔

یوں تو فقہ کا تعلق جہاں انسان کی انفرادی زندگی سے ہے وہاں اجتماعی زندگی میں بھی رہنمائی کرنا فقہ ہی کا منصب ہے۔ مگر ۱۲ ربیع الاول سے نفاذِ حدود کا جو اعلان ہوا ہے اس کے پیشِ نظر میں اس مقالہ میں صرف چند اجتماعی مسائل پر فقہ جعفریہ کی روشنی میں اظہارِ خیال کروں گا۔ میں نے ان مسائل کے مطالعہ اور ان کو سمجھنے کے سلسلے میں جو حقائق حاصل کئے ہیں انہیں خواص اور عوام کے سامنے پیش کرنے سے پہلے میں نے اپنے استاد مکرم حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب موضع چکڑالہ ضلع میانوالی سے تصدیق کرانا ضروری سمجھا۔ جو میرے عقیدہ اور علم کے مطابق اس سلسلہ میں ایک مسلمہ اتھارٹی ہیں۔ حضرت استاد مکرم نے میرے ذاتی خیالات سے قطع نظر کرتے ہوئے کتابوں کے حوالہ جات اور اقتباسات کی تصدیق فرمائی تو مجھے یہ فریضہ ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

میں اس یقین سے یہ گذارشات پیش کر رہا ہوں کہ ہم ہوشمندی سے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں اور مختلف فقہوں کا واضح فرق نمایاں طور پر سامنے آ جائے۔ کسی کے عقائد کو مجروح کرنا یا منافرت پھیلانا ہرگز مقصود نہیں بلکہ غور و فکر کی دعوت کے ساتھ غور و فکر کے لئے مستند حقائق پیش کر دینا ملک و قوم کی خدمت سمجھتا ہوں۔

نفاذِ شریعت کے پچھلے ایڈیشن کے منظرِ عام پر آنے کے بعد بعض حلقوں نے حقائق کو تسلیم کرنے کی بجائے حوالہ جات کے متعلق شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی اس لیے اس ایڈیشن میں جملہ متعلقہ کتب ہائے فقہ جعفریہ سے حوالہ جات کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں شامل کرنا ضروری محسوس ہوا۔ اس لئے رسالہ کے آخر پر میں نے صفحہ کے حاشیہ متعلقہ

حصہ کو خط کشیدہ کر کے نفاذِ شریعت کا صفحہ نمبر دے دیا ہے۔ اگر اہلِ علم اصل کتابوں کا ملاحظہ فرمانا چاہیں تو میں یہ فریضہ بھی ادا کر سکتا ہوں۔

اس دوران ایک آوازہ یہ بھی آئی کہ تفسیر منہج الصادقین کا مصنف ایک عام مولوی ہے۔ اس کی قدر و قیمت نہیں اس بہانہ کی حقیقت ظاہر کرنے کے لیے تفسیر کے ساتھ شروع میں لکھے ہوئے دیباچے میں سے دو صفحات کی نقول سب سے آخر میں لگا دی ہیں ان میں ترجمۂ مولف" کے عنوان کے تحت شیعہ علماء کے حلقے میں مصنف کا مقام معلوم ہو سکتا ہے۔

اجتماعی مسائل کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ہر نظریہ اور مکتبِ فکر کا پس منظر جاننا ضروری ہوتا ہے اس لیے میں اس مقالہ کی ابتدا فقہ جعفریہ کی تاریخ سے کرتا ہوں

امان اللہ ملک

تاریخ فقہ جعفریہ

اس فقہ کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ امام جعفر کے نام سے منسوب ہے۔ جس سے یہی تاثر ملتا ہے کہ امام جعفر کے عہد میں یا آپکی زیر نگرانی اس فقہ کی تدوین ہوئی مستند کتب شیعہ میں امام باقر تک فقہی اعتبار سے شیعہ کا دور جاہلیت ہی ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً

اصول کافی صفحہ [illegible]

ثم كان محمد بن علي ابا جعفر وكانت الشيعة قبل ان يكون ابو جعفر وهم لا يعرفون مناسك حجهم وحلالهم وحرامهم حتى كان ابو جعفر ففتح لهم وبين لهم مناسك حجهم وحلالهم وحرامهم حتى صار الناس يحتاجون اليهم من بعد ما كانوا يحتاجون الى الناس

پھر امام باقر آئے ان سے پہلے تو شیعہ حج کے مناسک اور حلال وحرام سے بھی واقف نہیں تھے۔ امام باقر نے شیعہ کے لئے حج کے احکام بیان کئے اور حلال وحرام میں تمیز کا دروازہ کھولا۔ یہاں تک کہ دوسرے لوگ ان مسائل میں شیعہ کے محتاج ہونے لگے جبکہ اس سے پہلے شیعہ ان مسائل میں دوسروں کے محتاج تھے۔

اس اعتراف سے ظاہر ہے کہ امام باقر سے پہلے شیعہ حلال وحرام سے واقف ہی نہیں تھے۔

امام باقر کا سن وفات ۱۱۳ھ ہے یعنی پہلی صدی اور اوائل دوسری صدی میں فقہ جعفری کا وجود ہی نہیں تھا۔ اس لئے کسی اسلامی سلطنت میں اس کے نافذ کئے جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس زمانے میں خلافت راشدہ اور خلافت

بنو امیہ کا اکثر حصہ شامل ہے۔ پس یہ تاریخی حقیقت ہے کہ پہلی صدی میں فقہ جعفریہ کا نہ وجود تھا نہ کہیں اس پر عمل ہوتا تھا۔

اسلام کی دعوت کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے حلال وحرام کی نشاندہی فرما دی تھی جب دین مکمل ہو گیا تو حلال وحرام، عبادات، معاملات، عقائد تمام چیزیں مکمل ہو گئیں حضور ﷺ نے نہ صرف سب کچھ بتا دیا بلکہ ان اصولوں پر ایک معاشرہ تیار کیا۔ خلافت راشدہ کے دور میں حلال وحرام کے ان مسائل پر عمل ہوتا رہا جو نبی کریم ﷺ نے بتائے تھے۔ مگر صاحب اصول کافی کہتے ہیں کہ شیعہ کو حلال وحرام کا علم نہ تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ شیعہ کو حلال وحرام کے ان مسائل اور حج کے ان مناسک سے تعلق کوئی نہیں تھا جو اسلام نے اور داعی اسلام نے سکھائے تھے۔

امام باقر کے متعلق کتب شیعہ سے اس بات کا سراغ ملتا ہے کہ آپ نے شیعہ کو حلال وحرام کا احساس دلایا اور ان کو حدود سے روشناس کرایا لیکن اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا کہ آپکی زیر نگرانی کسی فقہ کی تدوین ہوئی۔

اس کے بعد امام جعفر کا دور آتا ہے آپکی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی چونکہ یہ فقہ انکی طرف منسوب ہے اس لئے اس امر کی تلاش کی جائے کہ آپ نے فقہ کی کوئی کتاب اپنی نگرانی میں تیار کرائی۔ تاریخ سے اس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ پھر اسکی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپنے جو روایات اخبار اور احادیث بیان فرمائیں انہیں فقہی ابواب کے تحت جمع کر لیا گیا۔ بنیادی طور پر وہ حدیث کی کتابیں شمار ہونگی مگر چونکہ ان کی تدوین فقہی عنوانوں کے تحت ہوئی اس لئے ان کتب کو فقہ جعفریہ کی بنیادی کتابیں تصور کر لینا چاہیئے۔ اس نوع کی کتابیں چار ہیں جن کو صحاح اربعہ کہتے ہیں۔

(۱) الکافی۔ ابو جعفر کلینی ۳۳ھ یعنی امام جعفر سے قریباً ایک سو اسی (۱۸۰) برس بعد کی تصنیف ہے۔

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ۔ محمد بن علی ابن بابویہ قمی سنہ ۳۸۱ھ یعنی امام جعفر سے قریباً دو سو تیس (۲۳۰) برس بعد۔

(۳) تہذیب الاحکام اور (۴) استبصار محمد بن حسن طوسی سنہ ۴۶۰ھ یعنی امام جعفر سے قریباً ۳۱۰ برس بعد۔

فقہ جعفریہ کی ان چاروں کتابوں کا ذرا تفصیل سے جائزہ لیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کتاب اصول کافی اس وقت لکھی گئی جب خلفائے عباسیہ کے اکیسویں خلیفہ المتقی باللہ کا دور خلافت تھا۔ اور آخری کتاب کے مصنف کا سن وفات بتاتا ہے کہ اس وقت خلفائے عباسیہ کے چھبیسویں خلیفہ القائم بامر اللہ کا دور خلافت تھا۔ گویا پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں تو فقہ جعفریہ کامل طور پر وجود میں آئی اس لئے پانچویں صدی بعد سقوط بغداد تک اس فقہ کا کسی اسلامی حکومت میں نافذ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد مصر میں عباسی خلافت مستنصر باللہ سنہ ۶۵۹ھ سے متوکل علی اللہ ثالث سنہ ۹۲۳ھ تک وہاں بھی اس فقہ کے نفاذ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

پھر ترکان عثمانی کی خلافت عثمان خان اول سنہ ۱۲۸۸ء سے سنہ ۱۹۲۴ء تک رہی جب مصطفیٰ کمال نے خلافت کا خاتمہ کر دیا اس عرصے میں بھی اس اسلامی سلطنت میں بھی فقہ جعفریہ کے رائج ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

ادھر برعظیم میں سنہ ۱۱۹۳ء میں محمد غوری سے لیکر آخری مغل بادشاہ تک کسی وقت بھی فقہ جعفریہ کے رائج ہونے کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا۔

مختصر یہ ہے کہ کسی اسلامی حکومت نے کسی دور میں فقہ جعفریہ کو اپنے دستور یا قانون میں جگہ نہیں دی۔

فقہ جعفریہ کے متعلق تاریخی سروے تو ضمناً آ گیا۔ بات یہ چل رہی تھی کہ امام

جعفر کے بعد ایکسو اسی (۱۸۰) برس سے لیکر تین سو دس (۳۱۰) برس بعد تک یہ کتابیں مدون ہوئیں جو امام جعفر سے منسوب کر کے فقہ جعفریہ کی اصولی اور بنیادی کتابیں شمار ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس عرصے میں امام جعفر کی روایات مختلف راویوں کے ذریعے ان محدثین کے پاس پہنچی ہونگی۔ اس لئے ان مسائل اور اس فقہ کے صحیح یا مشکوک ہونے کا انحصار ان رواۃ کی ثقاہت اور عدم ثقاہت ہے۔ اس بنا پر ضروری ہے۔

جعفریہ فن رجال اور   کے بیان کی روشنی میں اس حقیقت کا جائزہ لیا جائے۔

مشہور شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی نے اپنی مایہ ناز کتاب حق الیقین ص ۲۷۱ پر اس حقیقت کا اظہار یوں کیا ہے۔

" اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اہل حجاز و عراق، خراسان و فارس وغیرہ سے فضلاء کی ایک جماعت کثیر حضرت باقر اور حضرت صادق نیز تمام آئمہ اصحاب سے تھی مثلاً زرارہ محمد بن مسلم، ابو بریدہ، ابو بصیر، ہشامین، حمران جیسکر مومن طاق، امان بن تغلب اور معاویہ بن عمار کے اور ان کے علاوہ اور کثیر جماعت بھی تھی جن کا شمار نہیں کر سکتے اور کتب رجال اور علمائے شیعہ کی فہرستوں میں سطور مذکور ہیں یہ سب شیعوں کے رئیس تھے ان لوگوں نے فقہ، حدیث و کلام میں کتابیں تصنیف کر کے تمام مسائل کو جمع کیا ہے.....

..... ان لوگوں کا اختصاص ائمہ طاہرین کے ساتھ معلوم ... جیسا کہ ... بوحنیفہ کے ساتھ ابو یوسف اور اس کے ... گردوں کا اختصاص ... "

یہ اقتباس ایک طویل بیان کا حصہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

(۱) اصحاب آئمہ کی کثیر جماعت جس کا شمار نہیں ان کے متعلق تو کہا نہیں جا سکتا مگر جن کا شمار کیا جا سکتا ہے ان کے نام دیئے گئے ہیں اور وہ شیعوں کے رئیس ہیں۔

(۲) ائمہ سے ان اصحاب نے فقہ و حدیث کے مسائل جمع کئے ہیں۔

(۳) اگر یہ حضرات ثقہ ثابت ہو جائیں تو فقہ جعفریہ آئمہ سے ماخوذ ثابت ہو سکتی ہے۔ اس فقہ کا ماخذ کتاب اللہ سے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ شیعہ عقیدہ کی رو سے یہ قرآن محرف ہے اور تحریف بھی پانچ قسم کی ہوئی ہے لہذا اس کا کیا اعتبار۔

اب ہم ان رؤسائے شیعہ کے حالات شیعہ کتب رجال سے پیش کرتے ہیں۔

(۱) **زرارہ** :- یہ صاحب تو اصحاب ائمہ کے بھی رئیس ہیں یہاں تک کہ انکی علمی فضیلت امام جعفر کے ہم پایہ ہے، رجال کشی میں ہے۔

قال اصحاب زرارة من ادرك زرارة بن اعين فقد ادرك ابا عبد اللہ۔	اصحاب زرارہ کہتے ہیں کہ جس نے زرارہ کو پا لیا اس نے امام جعفر کو پا لیا۔

(ص۹۵)

ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کسی کی تعریف اور کیا ہو سکتی ہے۔ مگر سوال تو امانت و دیانت اور کردار کا ہے، سو اس کے متعلق رائے ملاحظہ ہو۔

(۱) حق الیقین اردو ص۷۲۲

"یہ حکم ایسی جماعت کے حق میں ہے جن کی ضلالت پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ زرارہ اور ابو بصیر"

یعنی ضرارہ اور ابو بصیر بالاجماع گمراہ ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کی رہنمائی کیا کرے گا۔ جس راہ پر خود چلا ہے دوسروں کو بھی اسی راہ پر چلائے گا۔

(۲) قال (ای امام) نعم زرارة شر من الیھود والنصاری ومن قال ان اللہ ثالث ثلاثة (رجال کشی ص۱۰۷)

"امام جعفر نے فرمایا کہ زرارہ تو یہود و نصاریٰ اور تثلیث کے قائلین سے بھی برا ہے"

امام جعفر کا زرارہ کو قائلین تثلیث سے بھی برا قرار دینا خالی از علت نہیں۔ اور نہ نری شاعری ہے، اس سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ امام نے زرارہ کے متعلق آگاہ کر دیا کہ جس طرح قائلین تثلیث نے دین حق سے منہ موڑ کر تثلیث کا عقیدہ گھڑ لیا اور ایک مخلوق کو گمراہ کیا اسی طرح زرارہ بھی دین اسلام سے منحرف ہو کر ایسے عقائد گھڑ لے گا کہ ایک دنیا گمراہ ہو جائیگی اور واقعی امام کا خدشہ درست ثابت ہوا۔

(۳) امام جعفر نے فرمایا لعن اللہ زرارہ، لعن اللہ زرارہ، لعن اللہ زرارہ۔

(رجال کشی ص۱۰۰)

یعنی امام جعفر نے تین مرتبہ فرمایا کہ اللہ لعنت کرے زرارہ پر۔

ظاہر ہے کہ جس فقہ کا رئیس اعظم ایسا ہو جس کو امام نے تاکید ملعون قرار دیا ہو اس فقہ کی ثقاہت، دیانت اور فضیلت کا انکار کون کر سکتا ہے۔

امام تو آخر امام تھے اور امام بقول شیعہ معصوم ہوتا ہے۔ اس لئے معصوم کے قول میں شک کی گنجائش کہاں، لہذا زرارہ کے ملعون ہونے کا انکار وہی کرے جو امام کا منکر ہو۔ مگر دوسری طرف زرارہ کا رد عمل بھی نا قابل التفات نہیں۔ زرارہ کہتا ہے۔

فلما خرجت ضرطت فی لحیته فقلت لا یفلح ابدا (رجال کشی ص۱۰۶)

یعنی جب میں باہر نکلا تو میں نے امام کی ڈاڑھی میں پاد مارا اور میں نے کہا کہ امام کبھی نجات نہ پائے گا۔"

مقابلہ بڑا عبرتناک ہے اور ایک طرف سے لعنت برسائی جا رہی ہے۔ دوسری جانب سے عدم نجات کی بشارت سنائی جا رہی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس امام کی ڈاڑھی میں پاد مارنے والا اور جس امام کو نجات نہ پانے کی اطلاع دینے والا اسی امام سے منسوب کر کے دین و فقہ سکھائے تو ایسے دین و فقہ کی حیثیت ارباب دانش ہی سمجھ سکتے ہیں۔

(۲) **ابوبصیر**:۔ حق الیقین میں زرارہ کے ساتھ گمراہی میں واحد حصہ دار ابوبصیر کو بتایا گیا ہے لہذا اسی کے متعلق پہلے بیان ہوتا ہے۔

فقہ جعفریہ کے مسائل میں یہ شخص بھی رؤسا میں شمار ہوتا ہے اس لئے امام جعفر کے متعلق اس کا عقیدہ معلوم کر لینا کافی ہے۔

رجال کشی ص۱۱۶

قال جلس ابو بصیر علی باب ابی عبد اللہ علیہ السلام لیطلب الاذن ولم یؤذن لہ فقال لو کان معنا طبق لاذن. قال فجاء کلب فشغر فی وجہ ابو بصیر۔	راوی کہتا ہے ابو بصیر امام جعفر کے دروازے پر بیٹھا تھا اندر جانے کی اجازت چاہتا تھا مگر امام اجازت نہیں دے رہے تھے ابوبصیر کہنے لگا اگر میرے پاس کوئی تھال ہوتا تو اجازت مل جاتی۔ پھر کتا آیا اور اس کے منہ میں پیشاب کر دیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ (۱) ابوبصیر کی نگاہ میں امام جعفر بڑے طامع، دنیا پرست تھے رشوت لے کر ملاقات کی اجازت دیتے تھے۔

(۲) ابوبصیر خود اصحاب ائمہ میں اس فضیلت کا مالک تھا کہ دروازے پر پڑا رہے تو اس کو ملاقات کی اجازت ہی نہیں ملتی تھی۔ اہمیت کا کیا کہنا۔

(۳) ابوبصیر چونکہ اندھا تھا کتے کو دیکھ نہ سکا مگر اتنا تو سوچتا کہ آنکھیں تو خدا نے بند کی تھیں منہ تو خود بند رکھنا آخر منہ کھول کے بیٹھنے میں کون سی حکمت ہے پھر کتا آخر جانور ہے مگر اتنی سمجھ تو اسے بھی تھی کہ پیشاب کرنے کے لئے موزون جگہ کون سی ہے۔

(۴) یہ اتفاق سمجھئے یا قدرت کی طرف سے انتباہ کہ اس منہ سے گلفشانی کی توقع نہ رکھنا بلکہ جیسا کچھ اس منہ میں داخل ہو رہا ہے ایسی ہی پاکیزہ باتیں اس سے نکلیں گی۔

ظاہر ہے کہ ایسے مقدس منہ سے نکلے ہوئے مسائل کیسے پاکیزہ اور مقدس ہوں گے۔ اور جس امام کے متعلق اس صحابی کی یہ رائے ہے اس سے منسوب کر کے جو مسائل بیان کئے گئے ہوں گے یا گھڑے گئے ہوں گے ان کے ثقہ اور معتبر ہونے میں کس احمق کو شبہ ہو سکتا ہے۔

(۳) **محمد بن مسلم**:۔ اس کا دعوٰی ہے کہ امام باقر سے ۳۰ ہزار حدیثیں سنیں اور امام باقر سے ۱۶ ہزار حدیث کی تعلیم پائی۔ (رجال کشی ص۱۰۹)

عن مفضل بن عمر قال سمعت اباعبد اللہ یقول لعن اللہ محمد بن مسلم کان یقول ان اللہ لا یعلم شیئا حتی یکون رجال کشی ص۱۴۳	مفضل کہتا ہے میں نے امام جعفر سے سنا فرماتے تھے کہ محمد بن مسلم پر اللہ تعالٰے کی لعنت ہو یہ کہتا تھا کہ جب تک کوئی چیز وجود میں نہ آجائے اللہ کو اس کے متعلق علم نہیں ہوتا۔

اول تو جس آدمی کا عقیدہ اللہ تعالٰے کے متعلق یہ ہو اس کے تفقہ فی الدین کا طول و عرض آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ پھر جس کو امام جعفر کی

طرف سے اللہ کی لعنت کا تحفہ یا سند ملے اس کی ثقاہت کا حال معلوم یہاں تک یوں لگتا ہے کہ جیسے فقہ جعفریہ کی تیاری میں اس امر کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ان اصحاب ائمہ کی روایات قبول کرو جن کو ائمہ نے ملعون قرار دیا ہے۔ فرق اتنا ہے کسی کو اکہری لعنت، کسی کو لعنت × لعنت × لعنت یعنی (لعنت)³ مگر اپنا اپنا ظرف ہے جو جتنے کے قابل ہو اسے اتنا ہی ملتا ہے۔

علامہ مجلسی نے جن تین اصحاب ائمہ کو سرفہرست رکھا ہے ان کے حالات سے اندازہ کر لیا جا سکتا ہے کہ جب اکابر کا یہ حال ہے تو اصاغر کس پائے کے ہوں گے

اب ذرا ان اصحاب میں سے بھی ایک معروف شخصیت کا تعارف کرا دیا جائے جن کا علامہ مجلسی نے ذکر نہیں کیا مگر ہیں وہ بھی چوٹی کے اصحاب۔

(۱) جابر بن یزید :- محمد بن مسلم کا دعویٰ تو آپ نے پڑھ لیا کہ امام باقر سے تیس ہزار احادیث لی تھیں۔ یہ صاحب ان کے بھی استاد نکلے۔ ان کا دعویٰ ملاحظہ ہو۔

رجال کشی ص ۱۲۸

عن جابر بن یزید الجعفی قال حدثنی ابو جعفر بسبعین الف حدیث۔	جابر کہتا ہے کہ میں نے امام باقر سے ستر ہزار حدیث تعلیم پائی ہے۔

اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا علمی مرتبہ محمد بن مسلم سے دو چند سے بھی زیادہ ہے۔ اب اسی فضیلت مآب کی دیانت و امانت کا حال سنیئے۔

رجال کشی ص ۱۲۶

عن زرارہ قال سئلت ابا عبد اللہ عن حدیث جابر فقال ما رأیته	زرارہ کہتا ہے میں نے امام جعفر سے جابر کی احادیث کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ یہ میرے

عند ابی قط الا مرة واحدة وما دخل علی قط	والد سے صرف ایک مرتبہ ملا اور میرے پاس تو کبھی آیا ہی نہیں۔

یہ بات رئیس اعظم زرارہ بیان کر رہا ہے۔ نہ جانے اسے اسکی ضرورت کیوں محسوس ہوئی ممکن ہے اس کا ستر ہزار احادیث کا دعویٰ سن لیا ہوگا۔ تو اسے تعجب، حسرت یا رشک پیدا ہوا ہوگا، مگر جواب جو ملا اس سے زرارہ کی تشفی تو شاید ہو گئی ہو مگر امام کے بیان نے تو عجائبات کا ایک باب کھول دیا مثلاً

(۱) ایک ملاقات میں امام نے ستر ہزار حدیثیں تعلیم فرما دیں یعنی اگر ایک منٹ فی حدیث شمار کیا جائے تو ۱۱۶۶ گھنٹے بنتے ہیں یعنی ۴۸ دن سے کچھ زیادہ وقت بنتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اتنی لمبی نشست کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

(۲) اگر جابر صرف حدیثیں سنتا رہا تو اس کے حافظہ کا کمال ہے کہ ایک دفعہ سن کر ستر ہزار حدیث یاد کر لی۔

(۳) اگر یہ محال نظر آتا ہے تو پھر وہ ساتھ ساتھ لکھتا رہا۔ اگر یہ صورت فرض کر لی جائے تو وقت کو اور بڑھانا پڑے گا۔ دو چند سے کم کیا ہو سکتا ہے گویا یہ ایک ملاقات تین مہینے سے بھی تجاوز کر گئی اگر یہ نہ مانا جائے تو اور صورت کوئی نہیں کیونکہ اس زمانے میں شارٹ ہینڈ کے رواج کا کوئی ثبوت نہیں ملتا

(۴) اگر جابر کا دعویٰ تسلیم کیا جائے تو سب سے پہلے عقل اسے تسلیم نہیں کرتی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ امام کو جھوٹا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

(۵) اگر امام کو سچا تسلیم کریں جیسا کہ ضروری ہے تو جابر کو پرلے درجے کا جھوٹا ماننا پڑتا ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں۔

(۶) اگر جابر کو بد دیانت جھوٹا اور جعلساز تسلیم کیا جائے تو فقہ جعفریہ کے پلے

کچھ نہیں رہتا۔

اصحاب ائمہ میں سے کچھ حق الیقین میں مذکور کچھ غیر مذکور کے حالات نمونہ کے طور پر شیعہ کی کتب رجال میں سے پیش کئے گئے

اب ذرا اس معاملے کو ایک اور زاویئے سے دیکھئے۔

(۱) علامہ مجلسی نے تو فرما دیا کہ "یہ کثیر جماعت تھی جو سب شیعوں کے رئیس تھے"۔ مگر آئمہ کا بیان اس سے مختلف ہے، مثلاً

اصول کافی صفحہ ۴۹۶ امام جعفر کا بیان ہے:۔

"اے ابو بصیر اگر تم میں سے (جو شیعہ ہو) تین مومن مجھے مل جاتے جو میری حدیث ظاہر نہ کرتے تو میں ان سے اپنی حدیثیں نہ چھپاتا۔"

یہ بیان کیلئے حقائق کا ایک بحر ناپید اکنار ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ امام جعفر کو عمر بھر میں تین مومن بھی نہ ملے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ مومنوں کی فوج نہیں کھڑی کرنی چاہتے تھے بلکہ اپنے علوم اور اپنی حدیثیں سنانا چاہتے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب انہیں تین مومن نہ مل سکے تو انہوں نے اپنی حدیثیں کسی کو نہیں سنائیں جس سے منطقی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ کافی، استبصار، تہذیب اور من لایحضرہ الفقیہ کی صورت میں ہزاروں حدیثیں جو امام جعفر سے منسوب ہیں وہ ان سے بیزاری کا اعلان کر رہے ہیں اور یہ سب جھوٹ بناوٹی ذخیرہ ہے۔

چوتھی بات اگر اس کا نتیجہ یہی ہے اور دوسرا کوئی ہو نہیں سکتا تو فقہ جعفری کی قدر و قیمت تو امام نے خود متعین کر دی۔

پانچویں بات یہ ہے کہ امام کا مقصد صرف کسی محرم راز کو حدیثیں سنانا تھا حدیثیں چھپانا مطلوب نہیں تھا۔ اس لئے فرمایا ان تین مطلوبہ مومنوں کی صفت بیان کی "جو میری حدیثیں ظاہر نہ کرتے"۔ لہذا معلوم ہوا کہ امام کی حدیثیں ظاہر کرے

کی چیز نہیں چھپا کر رہنے۔ چنیں ہے تو پھر فقہ جعفریہ کو برسر منبر اور برسر دار لانے کی جتن کیوں ہو رہے ہیں یہ تو امام کی مخالفت کی تحریک ہے، آں کے خلاف ایجی ٹیشن ہے یہ تو سٹرائیک ہے۔

امام جعفر نے اس سے آگے ایک قدم اور بڑھا کے فرمایا:۔

"میں نے کوئی ایسا آدمی نہیں پایا جو میری وصیت قبول کرتا اور میری اطاعت کرتا سوائے عبداللہ بن یعفور کے"

(رجال کشی صفحہ ۱۶۱)

لیجئے امام نے ایک اور گتھی سلجھا دی۔

(۱) امام جعفر کوئی شاعری نہیں کر رہے کہ شاعری کی ساری رونق ہی مبالغہ سے ہوتی ہے بلکہ وہ تو حقیقت بیان کر رہے ہیں۔

(۲) جب امام جعفر کی ذات موجود تھی ان کی اطاعت کرنے والا صرف ایک مرد میدان نظر آتا ہے تو آج امام جعفر کی طرف منسوب فقہ جعفریہ پر عمل کرانے اور اسے نافذ کرانے کی کیا مجبوری ہے۔

(۳) اطاعت شعار صرف ایک ہے تو یہی قابل اعتماد بھی ہوگا اس لئے دین کی روایت جو اس سے چلے وہی معتبر ہوگی اس صورت میں دین شیعہ کا سارا محل خبر واحد پر استوار ہوگی مگر اسکی بھی اتنی کوئی فکر نہیں کیونکہ رجال کشی صفحہ ۲۶۸ پر اسکی سیرت کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بھی اپنے بھائیوں سے کچھ مختلف نہیں بلکہ بات وہی ہے

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ۲۶۰ھ تک فقہ جعفریہ کی کوئی کتاب مدون نہیں ہوئی تھی ہاں احادیث کی یہ چار کتب وجود میں آگئی تھیں مگر ان میں جو روایات درج ہیں وہ اکثر ان اصحاب ائمہ سے مروی ہیں جن کو ائمہ نے گمراہ ملعون

یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر مخلوق قرار دیا لہٰذا امام کے بیان کے مطابق ان کتابوں کی روایات قابلِ اعتماد نہیں۔

پانچویں صدی ہجری میں مصنف تہذیب الاحکام اور استبصار کے بعد فقہ جعفریہ کے کام میں کوئی پیشرفت نہیں ہوئی۔ اور ان کتابوں کی عام اشاعت بھی نہ ہوئی اور زیر زمین ہی کام ہوتا رہا۔ دین شیعہ تو سراسر راز اور اخفا کی چیز ہے اگر کسی وقت کسی نے اس عقیدہ کو عام کرنے کی کوشش کی تو اسے سرزنش کی گئی۔ جیسا کہ

اصول کافی ص ۳۴۰

قال ابو جعفر ولایۃ اللہ اسرھا الی جبرئیل واسرھا جبرائیل الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم واسرھا محمد الی علی واسرھا علی الی من شاء ثم انتم تذیعون ذالک۔

امام باقر نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے ولایت کا راز جبرائیل کو راز میں بتایا۔ جبرائیل نے یہ راز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخفی طور پر بتایا۔ حضور نے یہ راز حضرت علی کو کان میں بتایا پھر حضرت علی نے جسے چاہا بتایا مگر تم لوگ اسے ظاہر کرتے پھرتے ہو۔

گویا ولایت و امامت کا عقیدہ ہی راز کی چیز ہے اور شیعہ مذہب کی جان یہی عقیدہ تو ہے۔ لہٰذا اسے ظاہر کرنا امام کو ناراض کرنے کے مترادف ہے۔

آخر آٹھویں صدی ہجری میں ایک مجاہد اٹھا اس نے فقہ جعفریہ کی پہلی کتاب صحیح فقہی طرز پر لکھی۔ اس فقیہ کا نام محمد جمال الدین مکی ہے اور اس کتاب کا نام لمعہ دمشقیہ ہے۔ اس سلسلے میں چونکہ یہ پہلی کوشش تھی اس لئے اس کی پذیرائی اور قدر افزائی ہونی ایک فطری بات ہے۔ مگر حالات اس کے برعکس نظر آتے ہیں۔ اسے واجب القتل قرار دیکر قتل کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس کی وجہ اس کتاب کی تصنیف ہی ہو سکتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب کوئی علمی یا دینی

خدمت نہیں سمجھی گئی بلکہ اس کے الٹ ہی کچھ سمجھا گیا اب اس کا نام جو چاہو رکھ لو۔ مگر جعفریہ نے اسے شہید اول کا لقب دیا۔

اس کے قتل سے عوام میں فقہ جعفریہ کی قدر و قیمت کا ایک معیار تو قائم ہو گیا۔ پھر حسب سابق جعفریہ زیر زمین ہی کام کرنے لگے، رفتہ رفتہ دسویں صدی ہجری میں ایک اور مجاہد اٹھا اور اس نے فقہ جعفریہ کو عام فہم کرنے اور اسے پھیلانے کے لئے لمعہ دمشقیہ کی شرح روضۃ البہیہ کے نام سے لکھی اس کا نام علامہ زین الدین ہے۔ جب متن لکھنے والا واجب القتل قرار دیا گیا تو اسکی شرح لکھنے والے کو کون سی جاگیر ملنی تھی چنانچہ اسے بھی اپنے پیشرو کی طرح واجب القتل قرار دیکر قتل کر دیا گیا۔ اور جعفریہ نے بھی حسب عادت اس کو شہید ثانی کا لقب دیا۔ فقہ جعفریہ کا علمی سرمایہ یہی کچھ ہے۔ ان کتابوں پر ممکن ہے انفرادی طور پر کوئی نیک شیعہ عمل کرتے ہوں مگر اجتماعی طور پر کسی حکومت نے اس فقہ کو قابل سرپرستی اور قابل نفوذ نہ سمجھا۔

علامہ مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین میں جہاں یہ بیان کیا کہ "ان لوگوں (یعنی آئمہ) نے فقہ حدیث و کلام میں کتابیں تصنیف کر کے تمام مسائل کو جمع کیا"

یہ بات ایک تاریخی مغالطہ نظر آتا ہے زرارہ محمد بن مسلم ابو بصیرہ جن کے نام درج ہیں انہوں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی بلکہ ان کے بعد قریباً دو صدیوں سے لے کر تین صدیوں تک لوگوں نے ان کے نام سے روایات جمع کر کے وہ چار کتابیں تصنیف کیں جن پر اوپر بحث کی جا چکی ہے۔

پھر علامہ مجلسی نے فرمایا۔ "ان لوگوں کا اختصاص ائمہ طاہرین کے ساتھ معلوم و متحقق ہے جیسا کہ ابو حنیفہ کے ساتھ ابو یوسف اور اس کے شاگردوں کا اختصاص ہے" یہ تشبیہہ اور تمثیل بھی خلاف حقیقت ہے۔ امام ابو حنیفہ اور

ان کے شاگردوں کے حالات تو یہ ہیں کہ انہوں نے چالیس ماہرین فن کی ایک مجلس مذاکرہ بنائی تھی ہر آدمی ایک خاص فن میں مہارت رکھتا تھا، پھر جو نئے مسائل پیش آتے وہ قرآن و سنت اور تعامل صحابہ کی روشنی میں زیر بحث آکر طے ہوتے جب کسی نتیجے پر پہنچتے تھے تو ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے امام شیبانی اسے لکھ لیتے چنانچہ امام محمد شیبانی کی چھ تصانیف فقہ حنفی میں کتب ظاہر الروایۃ کے لقب سے مشہور ہوئیں اور اسی دوران تصنیف ہوئیں، اور ابوحنیفہ کے دوسرے شاگرد ابویوسف نے کتاب الخراج تصنیف کی اور فقہ حنفی باقاعدہ طور پر خلفائے عباسیہ نے اپنی سلطنت میں رائج کی بلکہ اور بھی اسلامی ممالک میں فقہ حنفی رائج رہی اس کے مقابلے میں علامہ مجلسی نے جن اصحاب ائمہ کو ابوحنیفہ کے شاگردوں سے تشبیہ دی ہے انہوں نے نہ تو کوئی کتاب تصنیف کی نہ قرآن و سنت تک پہنچے بلکہ صرف امام کی بات بلکہ امام سے منسوب کر کے اپنی بات بیان کرتے رہے اور بعد والوں نے انکی روایات کو جمع کر کے فقہ جعفریہ کا نام دے دیا۔

جہاں تک اس فقہ کے رائج ہونے کا تعلق ہے تو یہ بات خواب و خیال سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

خلفائے ثلاثہ کے عہد میں وہی فقہ رائج تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الٰہی کی روشنی میں اپنے ارشادات اور صحابہ کی عملی تربیت کر کے رائج فرمائی تھی، حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں اس فقہ سے بال برابر بھی انحراف نہیں کیا، یعنی انہوں نے بھی وہی فقہ رائج رکھی جو خلفائے ثلثہ کے عہد میں رائج رہی، اگر حضرت علی کوئی نئی فقہ رائج یا نافذ کرتے چاہیے اس کا نام فقہ جعفریہ نہ ہوتا کوئی اور ہوتا یا بے نام ہوتی بلکہ ہوتی اس فقہ سے مختلف جو خلفائے ثلاثہ کے عہد میں رائج رہی تو بعد میں آنے والوں کو بھی حق پہنچتا تھا کہ اس علوی فقہ کے نفاذ

کا مطالبہ کرتے یا اس کی جدوجہد کرتے، جس فقہ پر حضرت علی نے اپنا پورا عہد خلافت گزار دیا۔ آج محبان علی کو اس فقہ سے بیر کیوں ہے، یہی وہ فقہ ہے جو خلفائے عباسیہ کے عہد میں آکر باقاعدہ فقہی ترتیب سے مدون ہو کر فقہ حنفی کے نئے نام سے اسی پرانی صورت اور اسی نبوی اصول پر رائج ہوئی پھر قریباً تمام اسلامی سلطنتوں میں یہی فقہ رائج رہی اور حکومت کی طرف سے نافذ ہوتی رہی۔

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ان رؤسائے شیعہ نے ائمہ سے جو روایات منسوب کی ہیں ان سے بڑھ کر ائمہ کی توہین کی کوئی صورت تصور میں نہیں آسکتی حالانکہ ائمہ کرام اہل السنت کے عقیدہ کے اعتبار سے اور حقیقت کے لحاظ سے نہایت پاک نفس اور ظاہراً و باطناً کتاب و سنت کے عامل کامل اولیا اللہ اور اسی فقہ کے مطابق زندگی بسر کرنے والے تھے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ۲۳ سالہ نبوی زندگی میں صحابہ کو سکھائی اور جس پر حضورؐ نے اپنے سامنے عمل کرایا اور جس پر خلفائے راشدین حضرت علیؓ سمیت عمل کرتے رہے۔

باب النکاح

نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جس سے ایک مرد اور عورت کے درمیان مستقل اور عمر بھر کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں جہاں عوام کیلئے آسانیاں دہاں قانون اور حکومت کے لئے بڑی آسانیاں رکھی گئی ہیں مثلاً

(۱) فروع کافی طبع جدید ۵ : ۳۸۷

عن زرارہ بن اعین قال سئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یتزوج المرأۃ بغیر شہود فقال لا بأس بتزویج البتۃ فیما بینہ وبین اللہ انما جعل الشہود فی تزویج البتۃ من اجل الولد لو لا ذالک لم یکن بہ بأس۔

زرارہ کہتا ہے امام جعفرؑ سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو گواہوں کے بغیر عورت سے نکاح کرے۔ امام نے فرمایا کوئی حرج نہیں اللہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے مگر گواہ تو صرف اولاد کے لئے ہوتے ہیں اگر نکاح سے اولاد مقصود نہ ہو تو بغیر گواہ کے نکاح میں کوئی حرج نہیں۔

امام نے جائز اور ناجائز میں حد فاصل تو بتا دی کہ اولاد مقصود نہ ہو تو کوئی مرد کسی عورت سے جب چاہے تنہائی میں بغیر گواہوں کے نکاح کر سکتا ہے لیکن اس سلسلہ میں دو امور قابل غور ہیں۔

اول یہ کہ زانی اور زانیہ کا مقصد کبھی حصول اولاد بھی ہوا ہے ظاہر ہے کہ یہاں تو مقصد محض آزاد شہوت رانی ہوتا ہے۔ لہٰذا زنا نام کی کوئی چیز اگر ہو سکتی ہے تو صرف اس صورت میں کہ جب بالجبر ہو۔ ورنہ ہر زنا دراصل ایک جائز نکاح ہے جس کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حکومت اور قانون اس کو تسلیم کرلے تو زنا کی حد جاری کرنے کا تکلف نہیں کرنا پڑے گا۔

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ ۳ - ۲۵۱ -

عن مسلم بن بشیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألتہ عن رجل تزوج امرأۃ ولم یشہد فقال اما بینہا وبین اللہ عز وجل فلیس بشیء ولکن ان اخذہ سلطان جائر عاقبہ

امام جعفرؑ سے اس آدمی کے متعلق سوال ہوا جس نے کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کر لیا تو فرمایا اس میں کیا حرج اللہ جو گواہ ہے لیکن اگر کسی ظالم حکمران نے پکڑ لیا تو سزا دے گا۔

سوال یہ ہے کہ ظالم حکمران ایسا کیوں کریگا کیا اسے فقہ جعفری یاد نہ ہوگی یا ملک میں فقہ جعفری لاگو نہ ہوگی۔ بہر حال ظالم آخر ظالم ہی ہے انصاف پسند بادشاہ تو ایسے نکاح کو انعام دیگا کیونکہ اس نے بلاوجہ گواہوں کو تکلیف نہیں دی اور بڑی بے تکلفی سے یہ مہم خود سر کر لی۔ سلطان جائر کا کھٹکا ہر گز نہ ہے کہ چور اندر ہے اور ضمیر کچوکے دیتے ہے کر کتے کو بکری کا نام دیکر اطمینان سے اس کا گوشت حلق سے اتارنا مشکل ہوتا ہے

اس بینہا بینہ وبین اللہ کی ایک مثال فروع کافی میں دی گئی ہے جلد ۵ - صفحہ ۴۶۷ میں ایک واقعہ درج ہے جس سے کئی عقدے حل ہوتے ہیں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت امرأۃ الی عمر فقالت انی زنیت فطہرنی فامر بہا ان ترجم فاخبر بذلک امیر المومنین صلوات اللہ

امام جعفرؑ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور کہا میں زنا کی مرتکب ہوئی مجھے پاک کر دیجئے حضرت عمرؓ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا اس کی اطلاع حضرت

علیہ فقال کیف زنیت فقالت مررت بالبادیۃ فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنہ من نفسی فلما اجھدنی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامکنتہ من نفسی فقال امیر المومنین ھذا تزویج ورب الکعبۃ

علیؓ کو ہوئی۔ انہوں نے اس عورت سے پوچھا تو نے کس طرح زنا کیا اس نے کہا میں جنگل میں تھی مجھے سخت پیاس لگی میں نے اعرابی سے پانی مانگا اس نے صرف اس شرط پر پانی دینا منظور کیا کہ میں اسے اپنے وجود پر قدرت دیدوں جب پیاس نے مجھے مجبور کر دیا۔ مجھے جان کا خطرہ ہوا تو اس نے مجھے پانی پلایا اور میں نے اسے اپنی جان پر اختیار دیدیا۔ امیر المومنین نے فرمایا رب کعبہ کی قسم یہ تو نکاح ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ :۔

(۱) اس عمل اور صورت عمل کو عورت نے زنا سمجھا اور اقرار کر کے اپنے آپ کو پاک کرنے کی حضرت عمرؓ سے درخواست کی اور حضرت عمرؓ نے بھی اسے زنا قرار دے کر اس کو سزا سنا دی۔

(۲) عورت اہل زبان تھی اور مسلمان تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے عام مسلمان اس صورت واقعہ کو زنا سمجھتے تھے۔

(۳) حضرت عمرؓ امیر المومنین تھے۔ اہل زبان تھے اہل علم تھے شریعت کے ماہر تھے اس سے ظاہر ہوا کہ شریعت اسلامی اسے زنا قرار دیتی ہے۔

(۴)۔ روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سزا سنانے کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عورت کو اجازت دیدی کہ جہاں چاہے چلی جائے اس دوران حضرت علیؓ کو اس واقعہ کا علم ہوگیا۔

(۵)۔ اتفاقاً اس عورت کی حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی یا انہوں نے خود اسے بلایا یہ

بات روایت سے صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ کی اس سے بالمشافہ گفتگو ہوئی۔

(۶) حضرت علیؓ نے اسے نکاح قرار دیا جسے عرفِ عام اور فقہ اسلامی زنا قرار دیتی ہے

(۷) فقہ جعفریہ میں یہ نکاح ہے مگر حضرت عمرؓ کے عہد میں فقہ جعفریہ اسلامی حکومت میں رائج نہیں تھی۔

(۸) حضرت علیؓ کو سزا سے پہلے واقعہ کا علم ہوگیا مگر انہوں نے حضرت عمرؓ کو نہ تو مشورہ دیا کہ سزا کا حکم واپس لے لیں نہ فقہ جعفریہ رائج کرنے کی مہم چلائی پہلی صورت میں ان پر کتمان حق کے ارتکاب کا ثبوت ملتا ہے۔ دوسری صورت میں دین کے معاملے میں ان کی بزدلی ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں باتیں مسلمانوں کے نزدیک حضرت علیؓ کی ذات سے جوڑ نہیں کھاتیں۔

(۹) وخفت علی نفسی فسقانی فامکنتہ یہ جملہ ایک معمہ معلوم ہوتا ہے جان کا خطرہ تو عورت کو محسوس ہوا۔ اعرابی کو کیسے معلوم ہوگیا کہ اس نے پانی پلایا۔ پھر ترتیب بتاتی ہے کہ پہلے پانی پلایا۔ پھر میں نے اسے اپنی جان پر قدرت دے دی۔ پانی پی لیا۔ جان بچ گئی اب جان پر قدرت دینے کی وجہ اس کے بغیر کیا ہو سکتی ہے کہ عورت نے پاس عہد کی بناء پر یا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کے احسان کا بدلہ دیتے ہوئے اپنی جان پر قدرت دے دی۔

(۱۰) حضرت علیؓ نے جس فعل کو رب کعبہ کی قسم کھا کر نکاح قرار دیا اس میں گواہ کوئی نہیں تھے۔ لہذا اس کی سزا کوئی نہیں فقہ جعفریہ میں اس کا اصطلاحی نام متعہ بھی ہے۔

(۱۱) یہ جرم قابل تعزیر کیوں ہونے لگا یہ تو انتہائی اعلیٰ درجے کی عبادت ہے جیسا کہ تفسیر منہج الصادقین صفحہ ۲: ۴۹۳ پر ہے۔

قال رسول اللہ من تمتع مرۃ درجتہ کدرجۃ الحسین ومن تمتع مرتین درجتہ الحسن ومن تمتع ثلاث مرات درجتہ کدرجۃ علی ابن ابی طالب من تمتع اربعہ مرات فدرجتہ کدرجتی

رسول خدا نے فرمایا جس نے ایک دفعہ متعہ کیا اس کا درجہ حسینؓ کے برابر ہے جس نے دو دفعہ کیا اس کا درجہ حسنؓ کے برابر ہے جس نے تین دفعہ کیا اس کا درجہ علیؓ کے برابر ہے اور جس نے چار دفعہ کیا اس کا درجہ میرے برابر ہے

(٢) تہذیب الاحکام ٧ : ٢٤٨

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال انما جعلت البینۃ فی النکاح من اجل المواریث

امام جعفر نے فرمایا کہ نکاح میں گواہوں کی حاجت محض اولاد کی میراث ثابت کرنے کے لئے ہوتی ہے

روایت میں انما کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ نفس نکاح کے ساتھ گواہوں کا کوئی تعلق نہیں وہ تو محض اس لئے ہے کہ کل میراث کے معاملے میں اولاد میں جھگڑا نہ ہو لہذا جب تفریحاً نکاح کرنا ہو تو گواہوں کے تکلف میں نہیں پڑنا چاہئے۔ زانی اور زانیہ کی باہمی رضامندی کافی ہے۔

داخلی آزادی

(١) سئل ابو جعفر عن رجل کانت عندہ امرأۃ فزنی بامھا او ابنتھا او اختھا فقال ما حرم حرام قط حلالا (٣ : ٢٦٣ من لا یحضرہ الفقیہ)

امام باقر سے ایک آدمی کے متعلق سوال ہوا کہ اس نے اپنی بیوی کی ماں سے یا اس کی بیٹی سے یا اس کی بہن سے زنا کیا تو کیا حکم ہے فرمایا ٹھیک ہے کوئی حرام کسی حلال کو حرام نہیں کر سکتا۔

(٢) من لا یحضرہ الفقیہ ٣ : ٢٦٤ امام باقر فرماتے ہیں۔

وان زنی رجل بامرأۃ ابنہ او امرأۃ ابیہ او بجاریتہ ابنہ او بجاریتہ ابیہ فان ذالک لا یحرمھا علی زوجھا۔

اگر کسی مرد نے اپنی بہو یا اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا یا بیٹے یا باپ کی لونڈی سے زنا کیا تو اس کا یہ فعل اس پر اسکی بیوی کو حرام نہیں کر سکتا۔

ہاں ایک پہلو میں ذرا پابندی لگا دی گئی ہے۔ فروع کافی میں اس کا ذکر متعدد مقامات پر ہے اس کے علاوہ

تہذیب الاحکام ٧ : ٣٠٩، ٣١٠

ومن فجر بغلام فاوقبہ لم تحل لہ اختہ ولا امہ ولا ابنتہ ابدا

اسی تہذیب میں ہے صـ ٣١٠

عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی رجل لعب بغلام ھل تحل لہ امہ قال ان کان ثقب فیہ فلا

جس شخص نے کسی لڑکے سے لواطت کی اس شخص کے لئے اس لڑکے کی بہن ماں اور بیٹی ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی

امام جعفر سے ایک آدمی کے متعلق سوال ہوا کہ ایک لڑکے سے لواطت کی تو کیا اس کی ماں اس لوطی کے لئے حلال ہو گی فرمایا جب اس نے دخول کیا تو اس کی ماں اس پر حرام ہو گئی۔

لواطت سے انسان کا وہ پہلو متاثر ہوا جو گھریلو زندگی سے تعلق رکھتا ہے رہی اسکی قانونی اور شخصی حیثیت تو اس کے متعلق ان احکام میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ کوئی گناہ کا کام ہے یا جرم لائق تعزیر ہے۔ البتہ فقہ جعفریہ میں دوسرے مقامات پر لواطت کی حیثیت بتائی گئی ہے۔ فرق الشیعہ صـ ٩٣ ابو محمد الحسن بن موسیٰ نوبختی کی تصنیف ہے اس کی تعریف نوراللہ شوستری شہید ثالث نے اپنی کتاب مجالس المؤمنین ١ : ٢٦٦ پر خوب کی ہے۔ اس فرق الشیعہ میں لکھا ہے۔

وقالوا اباحة المحارم من الفروج والغلمان واعتلوا فی ذالک بقول اللہ تعالےٰ عزوجل او یزوجھم ذکراناً و اناثاً

مراد یہ ہے کہ لڑکوں سے وطی حلال ہے اور دلیل قرآن میں ہے یا نکاح کرنا ہے لڑکوں اور عورتوں کے ساتھ "، او یزوجھم ذکراناً و اناثاً کی تفسیر

جو فقہ جعفریہ کے نکتہ نگاہ سے کی گئی ہے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ بہرحال یہ تو ثابت ہو گیا کہ فقہ جعفریہ میں لڑکوں سے نکاح کرنا گویا منشائے قرآنی کے عین مطابق ہے۔

(۱) تہذیب الاحکام ۷: ۴۱۵

سالت ابا الحسن الرضا علیہ السلام عن اتیان الرجل المرأۃ من خلفھا فقال احلتھا اٰیۃ من کتاب اللہ عزوجل قول لوط ھٰؤلاء بناتی ھن اطھر لکم وقد علم انھم لا یریدون الفرج

امام موسیٰ رضا سے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا قرآن کی آیت نے اسے حلال قرار دیا ہے۔ حضرت لوط نے فرمایا یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے پاکیزہ ہیں وہ جانتے تھے کہ قوم لوط عورتوں کے ساتھ قبل سے وطی کرنا نہیں چاہتے تھے یعنی وہ خلاف وضع فطرت کے عادی تھے۔

ایضاً ۷: ۴۱۴

(۲) عن عبداللہ بن ابی یعفور قال سالت ابا عبداللہ علیہ السلام عن الرجل یاتی المرأۃ فی دبرھا قال لا باس بہ اذا رضیت

عبداللہ بن یعفور کہتا ہے میں نے امام جعفر سے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کے بارے میں پوچھا فرمایا کوئی حرج نہیں اگر عورت راضی ہو۔

تہذیب الاحکام ۷: ۴۶۰

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال

یعنی امام جعفر نے فرمایا کہ عورت روزے

اذا اتی الرجل المرأۃ فی الدبر وھی صائمۃ لم ینقض صومھا ولیس علیھا غسل

سے ہو اور ظاہر ہے رمضان کی بات ہے اور مرد اس کے ساتھ وطی فی الدبر کرے تو عورت کا نہ تو روزہ ٹوٹے گا نہ اس پر غسل واجب

استبصار ۱: ۵۶

سئل ابو عبداللہ علیہ السلام عن الرجل یصیب المرأۃ فیما دون الفرج اعلیھا غسل ان ھو انزل ولم ینزل ھی قال لیس علیھا غسل وان لم ینزل ھو فلیس علیہ غسل

امام جعفر سے پوچھا گیا جو شخص عورت سے وطی الدبر کرے کیا اس عورت پر اس صورت میں غسل واجب ہے کہ مرد کو انزال ہو عورت کو نہیں ہوا فرمایا عورت پر غسل نہیں اور مرد کو انزال نہ ہو تو مرد پر بھی غسل نہیں۔

حرمت مصاہرت

من لا یحضرہ الفقیہ ۳: ۲۶۳

ان الرجل اذا تزوج المرأۃ فزنی قبل ان یدخل بھا لم تحل لہ لانہ زان ویفرق بینھما

ایک مرد نے عورت سے نکاح کیا مگر اس سے پیشتر اس سے زنا کر چکا تھا نکاح کے باوجود بھی وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی ان دونوں میں تفریق کی جائے

گزشتہ اوراق میں یہ تو گزر چکا ہے کہ بیوی کی ماں بہن وغیرہ سے زنا کرنے سے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آخر حرمت کی کوئی صورت تو ہونی ہی چاہیئے فقہ کی خانہ پری بھی تو ضروری ہے۔ چنانچہ وہ صورت بھی بتادی اگر کسی عورت سے زنا کیا ہے تو پھر اس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی سینہ زوری سے کر ہی لے تو ان میں تفریق کردی جائے

من لا یحضرہ الفقیہ ۳: ۲۶۰

عن ابی جعفر علیہ السلام قال لاتنکح ابنۃ الاخ ولا ابنت الاخت علی عمتھا وخالتھا الا باذنھما وتنکح العمۃ والخالۃ علی ابنت الاخ و ابنۃ الاخت بغیراذنھما۔

امام باقر فرماتے ہیں بھتیجی کو پھوپھی پر نکاح میں نہ لایا جائے اور بھانجی کو اسکی خالہ پر سوائے انکی اجازت کے اور پھوپھی بھتیجی پر نکاح میں آسکتی ہے اسی طرح خالہ بھانجی بغیر انکی اجازت کے نکاح میں آسکتی ہے۔

فروع کافی ۵ : ۴۲۵ پر امام باقر کا یہی فیصلہ درج ہے اسی طرح تہذیب الاحکام ۷ : ۳۳۳ یہی فیصلہ ملتا ہے۔

ایک اور آسانی

تہذیب الاحکام ۷: ۲۴۲

(۱) عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ الرجل یحل لاخیہ جاریۃ قال نعم لا بأس بہ لہ مااحل لہ منھا۔

میں نے امام باقر سے ایک آدمی کے متعلق پوچھا جو اپنی لونڈی اپنے بھائی کیلئے حلال کردیتا ہے فرمایا کوئی حرج نہیں اس نے بھائی کے لئے جو چیز حلال کی وہ حلال ہوگی۔

(۲) عن ابی بصیر قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن امرأۃ احلت لابنھا فرج جاریتھا قال ھو حلال لہ قلت افیحل لہ ثمنھا قال لا انما یحل لہ ما احلت لہ

میں نے امام جعفر سے پوچھا کیا ایک عورت اپنی لونڈی کو اپنے بیٹے کے لئے حلال کرسکتی ہے، فرمایا وہ اس کے لئے حلال ہے۔ میں نے پوچھا اگر وہ لڑکا اگر لونڈی کو فروخت کردے تو رقم اس کے لئے حلال ہوگی فرمایا نہیں صرف وطی اس کیلئے حلال ہوگی۔

ایضاً

(۳) تہذیب الاحکام ۷ : ۲۴۴

سأل رجل ابا عبد اللہ علیہ السلام ونحن عندہ عن عاریۃ الفرج فقال حرام ثم مکث قلیلا ثم قال لکن لا بأس بان یحل الرجل جاریتہ لاخیہ۔

امام جعفر سے پوچھا گیا کہ عاریۃً کسی سے وطی کی جاسکتی ہے فرمایا حرام ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی آدمی اپنی لونڈی کی شرمگاہ عاریۃً اپنے بھائی کے لئے حلال کردے۔

اس سے بھی بڑی آسانی

۲۵۸:۷ (۱) عن ابی بصیر قال سئل ابو عبد اللہ علیہ السلام عن المتعۃ اھی من الاربع فقال لا ولا من السبعین

امام جعفر سے پوچھا گیا کیا متعہ کی تعداد چار میں شامل ہے فرمایا چار کیا ستر سے بھی زیادہ کے ساتھ متعہ کرسکتا ہے۔

۲۵۹:۷ (۲) عن زرارہ عن ابیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ذکر لہ المتعۃ اھی من الاربع قال تزوج منھن الفا فانھن مستاجرات۔

امام جعفر سے پوچھا گیا کیا متعہ کی تعداد چار میں شامل ہے۔ فرمایا چاہے ایک ہزار سے متعہ کر کیونکہ یہ تو اجرت کا معاملہ ہے۔

تہذیب الاحکام ۷ : ۲۶۳ ابوسعید احول سے روایت ہے۔

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ادنی ما یتزوج بہ المتعۃ قال کف من بر

میں نے امام جعفر سے پوچھا متعہ کرنے والا کم سے کم کتنی اجرت ادا کرے فرمایا ایک مٹھی بھر گندم کافی ہے۔

تہذیب الاحکام ۷ : ۲۶۷

سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یتزوج علی عود واحد

میں نے امام جعفر سے ایک مرد کے متعلق پوچھا جو جلانے کی ایک لکڑی کے عوض متعہ کرے

فرمایا کوئی حرج نہیں لیکن جب فارغ ہو تو مڑ کر اس عورت کی طرف نہ دیکھے۔	قال لا بأس ولکن اذا فرغ فلیحول ولا ینظر۔

اسلام میں نکاح کے لئے جانبین کا مسلمان ہونا شرط ہے اور فقہ اسلامی میں تمدنی تقاضوں کے پیش نظر کفو کا بھی خیال رکھا جاتا ہے اس طرح انتخاب کا دائرہ لازماً محدود ہو جاتا ہے۔ فقہ جعفریہ میں نکاح متعہ کیلئے تمام حدود ختم کر دی گئی ہیں تاکہ فقہ جعفریہ کے متوالوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہنے پائے۔

محمد بن سنان نے امام موسیٰ رضا سے پوچھا۔

میں نے نصرانی اور یہودی عورت سے متعہ کرنے کے متعلق پوچھا فرمایا کوئی حرج نہیں پھر میں نے مجوسی عورت کے متعلق پوچھا فرمایا کوئی حرج نہیں۔	سالته عن نکاح الیهودیة والنصرانیة فقال لا بأس فقلت فمجوسیة فقال لا بأس به یعنی متعة

متعة ، ٧ : [redacted] ٢٥٦

بلکہ اس سے زیادہ آزادی کی ایک اور صورت بتائی۔

تہذیب الاحکام ٧ : ٢٥٣

جب آدمی متعہ کرنا چاہے تو عورت کے متعلق تفتیش نہ کرے کون ہے کیسی ہے بلکہ جو کچھ وہ کہے اسے سچ سمجھے۔	(١) متی اراد الرجل تزویج المتعة فلیس علیه التفتیش عنها بل یصدقها فی قولها۔
راوی کہتا ہے میں نے ہم جعفر سے عرض کیا میں نے ایک عو ے متعہ کیا میرے دل میں خیال آیا کہ یہ نہ دی شدہ ہے میں نے اس سے پوچھا تو واقعی اس کا خاوند تھا تو امام نے فرمایا کہ تو نے یہ تفتیش کیوں کی۔	(٢) عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال قلت انی تزوجت امرأة متعة فوقع فی نفسی ان لها زوجا ففتشت عن ذالك فوجدت لها زوجا فقال (ای امام) ...... ولم فتشت۔

نکاح کے معاملے میں صرف ایک پابندی

یوں تو نکاح کے معاملے میں انتخاب کے سلسلے میں فقہ جعفریہ میں بڑی وسعت نظر سے کام لیا گیا ہے مگر ایک پہلو میں سخت پابندی لگا دی گئی ہے، مثلاً

(١) فروع کافی ٥ : ٣٤٨، ٣٤٩ طبع تہران

امام جعفر نے فرمایا کوئی مومن مرد کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرے جو سنی ہونے کی حیثیت سے جانی پہچانی ہو۔	عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال لا یتزوج المؤمن الناصبة المعروفة بذالك
فضیل نے امام جعفر سے پوچھا کیا میں سنی عورت سے نکاح کر لوں فرمایا نہیں۔	(٢) عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال له الفضیل اتزوج الناصبة قال لا۔
عبد اللہ بن سنان کہتا ہے میں نے امام جعفر سے پوچھا جو مرد سنی ہونے میں مشہور ہو کیا وہ شیعہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے حالانکہ شیعہ عورت کے وارث رد کرنے پر قادر ہیں اور رد کا علم بھی ہے۔ فرمایا کوئی شیعہ مرد سنی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اور نہ سنی مرد شیعہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور کمزور سنی بھی شیعہ عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔	(٣) عن عبد اللہ بن سنان قال سألت ابا عبد اللہ عن الناصب الذی قد عرف نصبه وعداوته هل تزوجه المؤمنة وهو قادر علی رده وهو یعلم برده قال لا یتزوج المؤمن الناصبة یتزوج الناصب المؤمنة یتزوج المستضعف المؤمنة۔

(٤) ایضاً ص ٣٥٠

عن الفضیل بن یسار قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن نکاح الناصب فقال لا واللہ ما یحل۔

فضیل کہتا ہے میں نے امام جعفر سے پوچھا کہ سنی مرد شیعہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ فرمایا نہیں خدا کی قسم شیعہ عورت سنی کیلئے حلال نہیں۔

(۵) ایضاً ص ۳۵۱

عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سالہ ابی و انا اسمع عن نکاح الیھودیۃ والنصرانیۃ فقال نکاحھما احب الی من نکاح ناصبۃ۔

عبد اللہ بن سنان کے والد نے امام جعفر سے پوچھا وہ کہتا ہے میں سن رہا تھا کہ یہودی یا نصرانی عورت سے نکاح کیسا ہے فرمایا مجھے سنی عورت کے مقابلے میں یہودی یا نصرانی عورت سے نکاح زیادہ محبوب ہے

روایت ۱، ۳ انہی الفاظ کے ساتھ استبصار ۳ : ۹۹ پر درج ہے۔

(۶) من لا یحضرہ الفقیہ ۳ : ۲۵۸ باب النکاح

لا ینبغی للرجل المسلم منکم ان یتزوج الناصبۃ ولا یتزوج ابنتہ ناصبیا ولا یطرحھا عندہ قال مصنف ھذا الکتاب من تصبح بالاٰل محمد علیہ السلام فلا نصیب لھم فی السلام فلذالک حرم نکاحھم

کسی مسلمان مرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ سنی عورت سے نکاح کرے اور شیعہ مرد اپنی بیٹی کسی سنی مرد کو نہ دے۔ اگر نکاح ہو چکا ہے تو سنی کے پاس مت رہنے دے جس شخص نے آل محمد کی مخالفت کی (جیسا سنی کرتے ہیں) اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں اس وجہ سے ان سے نکاح حرام ہے۔

(۷) تہذیب الاحکام ۷ : ۳۰۲

قال الشیخ رحمہ اللہ ولا یجوز نکاح

شیخ نے فرمایا کسی شیعہ مرد کا نکاح سنی عورت

الناصبۃ المظھرۃ لعداوۃ آل محمد علیہ السلام یدل علی ذلک ماثبت من کون ھؤلاء کفارا بادلۃ لیس ھذا موضع شرحھا واذا ثبت کفرھم فلا یجوز مناکحتھم۔

سے جائز نہیں جس سے عداوت آل محمد ظاہر ہوتی ہو۔ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے جو ثابت ہو چکا ہے کہ سنی کافر ہیں یہ ان دلائل کے بیان کرنے کا موقع نہیں جو سنیوں کے کفر پر دال ہیں جب ان کا کفر ثابت ہے تو ان سے نکاح حرام ہے۔

(۸) تہذیب الاحکام ۷ : ۳۰۳

عن الفضیل بن یسار قال سالت ابا جعفر علیہ السلام عن المرأۃ العارفۃ ھل ازوجھا۔ قال لا لان الناصب کافر۔

فضیل کہتا ہے ...ں نے امام باقر سے پوچھا کیا میں سنی عورت سے نکاح کر لوں۔ فرمایا بالکل نہیں کیونکہ ناصبی کافر ہے۔

ایضاً ۷ : ۳۰۲

(۹) عن ابی جعفر علیہ السلام قال ذکر الناصب فقال لا تناکحھم ولا تاکل ذبیحتھم ولا تسکن معھم

امام باقر کے سامنے ناصبی کا ذکر ہوا تو فرمایا ان سے نہ نکاح کرو نہ ان کا ذبیحہ کھاؤ نہ ان کے ساتھ رہائش اختیار کرو۔

(۱۰) اللمعۃ الدمشقیہ ۵، ۲۲۴، ۳۵، ۳۶ - مسئلہ کفات

فھی معتبرۃ فی النکاح فلا یجوز للمسلمۃ مطلقا التزویج بالکافر وھو موضع وفاق ولا یجوز للناصب التزویج بالمومنۃ لان الناصبی شر من الیھودی والنصرانی علی ماروی فی اخبار اھل البیت علیھم

نکاح میں کفو معتبر ہے۔ تو مسلمان عورت کے لئے کسی کافر مرد سے نکاح کرنا مطلق حرام ہے اور یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے اسی طرح سنی مرد سے شیعہ عورت کا نکاح حرام ہے کیونکہ ناصبی یعنی سنی یہودی اور نصرانی سے بھی برا ہے جیسا کہ اہل بیت کی احادیث میں ہے

السلام وکذا العکس ای وھو تزویج المؤمن بالناصبة سواء الدائم او المتعة ۔

اسی طرح شیعہ مرد کا نکاح سنی عورت سے بھی حرام ہے خواہ دائمی ہو یا متعہ ہو ۔

(۱) ایضاً ۵ : ۲۳۴

عن عبد اللہ بن یعفور عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال وایاک ان تغتسل من غسالة الحمام وفیھا تجتمع غسالة الیھودی والنصرانی والمجوسی والناصب لنا اھل البیت فھو شرھم فان اللہ تعالی لم یخلق خلقا انجس من الکلب وان الناصب لنا اھل البیت لانجس منه ۔

عبد اللہ بن یعفور امام جعفر سے بیان کرتا ہے کہ فرمایا حمام کے غسالہ میں غسل نہ کرنا کہ اس میں یہودی، نصرانی مجوسی اور ناصبی یعنی سنی کا غسالہ جمع ہوتا ہے ان سب سے ناصبی زیادہ برا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے کتے سے نجس کوئی چیز پیدا نہیں کی ۔ مگر سنی تو کتے سے بھی زیادہ پلید ہے ۔

فروع کافی، کتاب الوسائل، جامع عباسی، الروضة البہیہ میں یہی فتاویٰ درج ہیں ۔

ان تمام روایات اور فتاویٰ کا خلاصہ یہ ہے شیعہ مرد کا سنی عورت کے ساتھ اور شیعہ عورت کا سنی مرد کے ساتھ نکاح حرام ہے یہ کسی طرح ہم کفو نہیں ہو سکتے ۔ اور سنی بدترین مخلوق ہے یہ فقہ جعفریہ کا اتفاقی اور اجماعی مسئلہ ہے ۔

اس ساری بحث میں جس گروہ کو بغض و عداوت کا نشانہ بنایا گیا ہے اس کے لئے ناصبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس لئے اس لفظ کے اس مفہوم کی تعین ضروری ہے جو فقہ جعفریہ میں کی گئی ہے ۔

انوار النعمانیہ ۱ : ۲۰۵

ولعلك تقول ان مخالفینا یزعمون انھم لا یبغضون علیا وھذا زعم باطل وقد روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علامة بغض علی تقدیم غیرہ علیہ وتفضیله علیه ۔

شاید تم کہو کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں کہ وہ حضرت علیؓ کو برا نہیں جانتے، یہ خیال باطل ہے، کیونکہ نبی کریمؐ نے حضرت علیؓ سے بغض کی علامت یہ بتائی ہے کہ حضرت علیؓ پر کسی کو فضیلت دی جائے اور ان سے کسی کو مقدم سمجھا جائے (خلافت میں) ۔

استبصار ۱ : ۱۰

عن الصادق علیہ السلام انه لیس الناصب من نصب لنا اھل البیت فانه لا تجد ولا یقول انا ابغض محمد وآل محمد ولکن الناصب من نصب لکم وھو یعلم انکم تولونا وانتم شیعتنا ۔

امام جعفر فرماتے ہیں ناصبی وہ نہیں جو ہم اہل بیت کی مخالفت کرے کیونکہ ایسا آدمی کوئی نہیں ملے گا جو کہے میں محمدؐ اور آل محمد سے بغض رکھتا ہوں بلکہ ناصبی وہ ہے جو تمہاری مخالفت کرے یہ جانتے ہوئے کہ تم ہمیں دوست رکھتے ہو اور ہمارے شیعہ ہو ۔

حق الیقین ص ۔ ۶۸۸ ۔ ملا باقر مجلسی بیان کرتا ہے ۔

" ابن ادریس نے کتاب سرائر میں کتاب مسائل محمد بن علی بن عیسی سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علی نقی کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ ہم ناصبی کے جاننے اور پہچاننے کے اس سے زیادہ محتاج ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین پر ابوبکرؓ و عمرؓ کو مقدم جانتے اور ان دونوں کی امامت کا اعتقاد رکھے حضرت نے جواب میں فرمایا ۔ سو جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے وہ ناصبی ہے "

حکومت وقت کو اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لئے برہنگی، عریانی اور بے حیائی کو روکنے کے لئے احکام نافذ کرنے پڑتے ہیں انگریز کے قانون میں بھی گو نا کافی سی ایسی دفعات موجود ہیں جن کی رو سے عریانی اور فحاشی کو قابل مواخذہ جرم قرار دیا گیا ہے لیکن فقہ جعفریہ کی رو سے ایسی حرکات پر تو اخذہ ممکن ہی نہیں میں اس سلسلے میں چند روایات پیش کرتا ہوں ان کی تشریح قاری پر چھوڑتا ہوں۔

باب ستر عورت

یہ امر بنیادی انسانی اخلاق میں داخل ہے کہ انسان کے جسم کے بعض حصے ایسے ہیں کہ انہیں ہر حال میں دوسروں سے مستور رکھنا چاہیئے بشرطیکہ انسان ترقی معکوس کرتے کرتے اس منزل پر نہ پہنچ جائے جہاں جانوروں کی مماثلت پیدا کر کے اپنے لئے بس لباس عریانی ہی کافی سمجھے بلکہ نیوڈ کلب بنا کر اسے ایک تنظیم اور تہذیب کا معراج سمجھنے لگے۔

پھر تمام مذاہب میں عبادات کے سلسلے میں جسم کے کچھ حصے پوشیدہ رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے جسے فقہ کی اصطلاح میں ستر عورت کہتے ہیں اسلام میں مردوں کے لئے وہ حدود اور ہیں اور عورتوں کے لئے اور۔ مگر ان دونوں میں کافی پابندی اور تکلف کو دخل ہے اس کے برعکس فقہ جعفری میں اس سلسلے میں اتنی آسانیاں ہیں کہ مغربی تہذیب جہاں تک بھی چاہے ترقی کر جائے وہاں نہیں پہنچ سکتی۔

فروع کافی ۶ : ۵۰۱، ۵۰۳ طبع جدید طہران۔

عن ابی الحسن علیہ السلام قال العورة عورتان القبل والدبر فاما الدبر مستور بالالیتین فاذا سترت القضیب والبیضتین فقد سترت العورة وفی روایة اخری واما الدبر فقد سترته الالیتان واما القبل فاستره بیدك

امام ابوالحسن فرماتے ہیں ڈھانپنے کے لائق صرف دو حصۂ جسم ہیں قبل اور دبر پھر دبر تو سرین کے درمیان خود قدرتی ڈھکی ہوئی ہے۔ اس لئے جب تم نے قبل (آلۂ تناسل اور خصیتین) کو ڈھانپ لیا تو ستر عورت کر لیا۔ دوسری روایت میں کہ دبر کو سرین نے ڈھانپ رکھا ہے، رہ گیا قبل تو اس کو ہاتھ سے ڈھانپ لے۔

فروع کافی ۶ : ۵۰۲

ان ابا جعفر علیہ السلام کان یقول من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یدخل الحمام الا بمئزر قال فدخل ذات یوم الحمام فتنور فلما اطبقت النورة علی بدنه القی المئزر فقال له مولی له بابی انت لتوصینا بالمئزر ولزومه وقد القیته فقال اما علمت ان النورة قد اطبقت العورة۔

امام باقر نے فرمایا کرتے تھے جو شخص اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ حمام میں کپڑا باندھے بغیر داخل نہ ہو راوی کہتا ہے کہ ایک روز آپ حمام میں داخل ہوئے اپنے بدن پر چونا لگایا جب سارے بدن پر مل لیا تو چادر کمر سے اتار کر پھینک دی غلام نے کہا قربان جاؤں آپ ہمیں تاکید فرماتے تھے حمام میں کپڑا باندھے بغیر نہ داخل ہو آپ نے اپنی چادر ہی اتار پھینکی فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ شرم گاہ کو چونا نے

چھپا لیا ستر عورت تو ہو گیا اب
چادر کے تکلف کی کیا ضرورت باقی رہ گئی

من لا یحضرہ الفقیہ ۱ : ۶۵ طبع جدید تہران میں تفصیل دی ہے کہ امام جعفر حمام میں چونہ کا طلا کرتے تھے اسی طرح امام باقر کا فعل درج ہے کہ حمام میں بدن پر چونا کا طلا کرتے تھے جب عضو مخصوص پر طلا کر لیتے تو غلام کو بلا لیتے۔ ایک دن اس نے کہا۔ ایک دن میں نے کہا جن اندام کا دیکھنا میرے

فقلت له یوما من الایام الذی تکرہ ان اراہ قد رأیتہ قال کلا ان النورۃ سترۃ۔

لئے جائز نہیں وہ تو میں دیکھ لیتا ہوں تو امام نے فرمایا کہ ہرگز نہیں کیونکہ چونا ستر عورت ہے۔

(۱) فروع کافی ۶ : ۵۰۱ طبع جدید تہران۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال النظر الی عورۃ من لیس بمسلم مثل نظرک الی عورۃ الحمار۔

امام جعفر فرماتے ہیں کہ غیر مسلم کی شرمگاہ کو دیکھنا ایسا ہے جیسا گدھے کی شرمگاہ کو دیکھنا۔

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ ۱ : ۶۳ طبع جدید تہران۔

عن الصادق علیہ السلام انہ قال انما کرہ النظر الی عورۃ المسلم فاما النظر الی عورۃ من لیس بمسلم مثل النظر الی عورۃ الحمار۔

امام جعفر فرماتے ہیں کہ مسلم کا ستر عورت دیکھنا مکروہ ہے جو غیر مسلم ہے یعنی غیر شیعہ ہے اس کی شرمگاہ دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے گدھے کی شرمگاہ دیکھنا۔

باب الحدود

سزا کے فلسفہ پر بحث کرتے ہوئے ماہرین فن اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ سزا کا مقصد نہیں ہوتا بلکہ اصلاح ہوتا ہے۔ پھر ہر اصلاح کے دو پہلو ہیں اول یہ کہ بلاواسطہ مجرم کی اصلاح ہوتی رہے اور بالواسطہ معاشرہ کی دوم کہ اگر جرم ایسا سنگین ہو کہ مجرم کا وجود ہی سراپا جرم بن جائے تو معاشرہ کو مجرم کے وجود سے ہی پاک کر دیا جاتا ہے اور بالواسطہ یہ اقدام معاشرہ سے اس جرم کے استیصال کا ذریعہ بنتا ہے۔

شریعت اسلامی نے جرائم کی دو قسمیں تسلیم کی ہیں اول ایسے جرائم جن کی سزا خود خالق انسان نے مقرر کر دی ہے ایسی سزاؤں کو حدود کہتے ہیں اور خدا کی مقرر کی ہوئی سزا میں کمی بیشی یا ترمیم کی اجازت کسی کو نہیں۔
دوم ایسے جرائم جن کی سزا حکومت تجویز کرتی ہے ایسی سزاؤں کو تعزیر کہتے ہیں۔

جہاں تک حدود کا تعلق ہے شریعت اسلامیہ میں زناء کی سزا سنگسار کرنا یا سو درے لگانا ہے اور چوری کی سزا قطع ید ہے۔ یہ سزائیں جہاں کتاب اللہ میں بیان ہوئیں، وہاں نبی کریم نے عملاً یہ سزائیں دے کر ایک مثالی معاشرہ کی بنیاد رکھی پھر خلافت راشدہ میں حضورؐ کے پیش کردہ نمونے پر عمل ہوتا رہا۔ پھر جہاں کہیں بھی صحیح معنوں میں اسلامی حکومت رہی ان حدود کی پابندی برابر ہوتی رہی۔
فقہ جعفریہ کے مطالعے سے اسکی ایک مخصوص خوبی کے لئے با آسانی واضح طور پر سامنے

آتی ہے۔ وہ یہ کہ جہاں خدا کی مقرر کی ہوئی سزا کو نہیں چھیڑا گیا وہاں جرم کے بارے میں ایسی آسانیاں پیدا کر دی ہیں کہ جرم بھی ہوتا رہے مگر حد بھی جاری نہ ہو سکے اور جہاں جرم کو نہیں چھیڑا گیا وہاں سزا میں ایسی نرمی اختیار کی گئی ہے اور ایسی صورتیں پیدا کر لی گئی ہیں کہ سزا بھی ہلکی رہے۔

اب ہم ان دونوں خوبیوں یا خامیوں کی وضاحت کرتے ہیں۔

زنا کی حد

شریعت اسلامیہ میں زنا کی حد سنگسار کرنے یا سو درے لگانا ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً یہ حد نافذ کر کے اس جرم کے گھناؤنے پن اور معاشرہ کی اصلاح کی صورت بتا دی۔ کہ ایسے شخص کا وجود انسانیت کے چہرے پر کلنک کا ٹیکہ ہے لہذا یہ زمین کی سطح پر متحرک نظر نہ آئے بلکہ نہایت ذلت سے زیر زمین دبا دیا جائے۔ دوسری صورت میں ہر کوڑہ جو سر عام اس کے جسم پر پڑے گا معاشرے کے اندر سے اس جرم کے جراثیم کا قلع قمع کرتا جائے گا۔

فقہ جعفریہ میں اس سزا کو نہیں چھیڑا گیا مگر اس جرم کو جرم رہنے ہی نہیں دیا۔ مثلاً

(۱) باب النکاح میں فروع کافی ۵ : ۳۸۷ کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے کہ جب اولاد مقصود نہ ہو تو نکاح کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے زنا کاروں کو اولاد سے کہاں دلچسپی ہوتی ہے لہذا فقہ جعفریہ نے لائسنس دیدیا کہ جہاں ایک منچلا جوڑا جنسی بھوک مٹانا چاہے آپس میں ایجاب قبول کر لے۔ نکاح ہو گیا۔

اب کوئی بتائے کہ جب یہ نکاح ہے تو زنا کسے کہیں گے۔ جب کسی فعل پر زنا

کا اطلاق نہیں ہو گا تو اس پر حد کیسے جاری ہو گی۔

(۲) اسی باب میں فروع کافی ۲ : ۱۹۸ سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک عرب عورت نے زنا کا اقرار کیا اور امیر المؤمنین عمر فاروق نے اس پر حد جاری کی۔ یعنی اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا مگر فقہ جعفریہ کا کہنا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا یہ تو نکاح ہے۔ ظاہر ہے کہ جس فعل کو عرف عام میں زنا کہا گیا اور جس فعل کی سزا شریعت اسلامیہ کے تحت خلیفہ راشد نے سنگسار کرنا مقرر فرمایا وہ فعل فقہ جعفریہ کے نزدیک نکاح ہے زنا نہیں۔

باب النکاح اور حرمت مصاہرت کے باب میں پیش کردہ حوالہ جات روایات اور احکام کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوچنا پڑتا ہے کہ فقہ جعفریہ کے نفاذ کی صورت میں زنا کی حد کا نفاذ کیونکر ممکن ہو گا۔

حد سرقہ

دوسری صورت جس کا ابھی ابھی ذکر کیا گیا ہے کہ فقہ جعفریہ میں جہاں جرم کو نہیں چھیڑا گیا وہاں سزا کو ایسا پرکشش بنایا گیا کہ ع

خود بخود زنجیر کی جانب کھچا جاتا ہے دل

سرقہ کے جرم پر ذرا تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

قال تعالیٰ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت ان کے فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا ہاتھ کاٹو یہ ان کے کئے کی سزا ہے۔ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ۔

اس آیت کے مجمل ہونے میں شیعہ سنی متفق ہیں۔ اس لئے اپنے اجمال کے بیان میں رسول کریم کی طرف سے وضاحت کی محتاج ہے، اجمال کئی طرح ہے۔ مثلاً دایاں ہاتھ کاٹا جائے یا بایاں، پھر جو بھی کاٹا جائے کہاں سے کاٹا جائے کیونکہ ہاتھ میں تین ہیں۔ رسغ، مرفق، کتف، یہ جوڑ ہیں، مفصل کہلاتے ہیں۔ جب انگلیاں جاکر ہتھیلی کے ساتھ ملتی ہیں اس کو مفصل نہیں بلکہ مشط کہتے ہیں۔

اب یہ ثابت کرنا ہے کہ نبی کریم نے اس آیت کی قولی یا عملی تفسیر کیا فرمائی اور خلفائے اربعہ کے زمانے میں اس آیت پر کیوں کر عمل ہوتا رہا۔ اس میں بھی قول و فعل رسول مقدم ہے اور معیار حجت۔ اگر قول و فعل رسول کے خلاف کسی کا قول پایا گیا تو وہ قابل حجت نہیں ہو سکتا اور کہیں اختلاف کا سراغ ملے تو اسکی شرعی صورت یہی ہے کہ اول تو ان میں تطبیق پیدا کی جائے اگر نہ ہو تو تاویل کی جائیگی اگر اسکی بھی گنجائش نہیں تو فرمان رسول پر عمل ہوگا۔

اب اس اجمال کی تفصیل دی جاتی ہے۔

(۱) تبیین الحقائق ص ۲۲۴ علامہ زیلعی

ان الید ذات مقاطع ثلاثة وهی الرسغ والمرفق والمنکب وکل فیها محتمل ان یکون مراد فزال الاحتمال ببیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث امر بقطع الید الیمنی من الزند ولان مفصل الزند من الرسغ یتیقن به لکونه اقل فیؤخذ به لان العقوبات لا تثبت بالشبهة وفیما زاد علی الرسغ مشتبهة فلا تثبت وانما کان مفصل الزند مرادا ببیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔	ہاتھ کاٹنے کی تین جگہیں ہیں۔ رسغ مرفق اور منکب ان سب کا احتمال ہے مگر نبی کریم ؐ کے بیان سے احتمال جاتا رہا کہ حضورؐ نے زند سے دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ زند کا مفصل یا جوڑ رسغ ہے یہی یقینی ہے کیونکہ مقاطع ثلاثہ میں سے کم سے کم مفصل یہی ہے دوسروں میں شبہ ہے اور عقوبات شبہ سے ثابت نہیں ہوتیں جو رسغ سے زائد ہے وہ شبہ میں ہے۔

(۲) تفسیر کنز العرفان ۔ ۲ : ۳۴۸ شیخ مقداد

فان الایة مشتملة علی احکام کلها مجملة تفتقر الی بیان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقوله تعالیٰ تبیین للناس ما نزل الیهم۔	آیت تمام احکام پر مشتمل ہے مجمل طور پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی محتاج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو حکم دیا کہ قرآن کی وضاحت کریں۔

(۳) تفسیر مجمع البیان ۔ ۳ : ۱۹۱

وقال العلماء ان هذه الایة مجملة فی ایجاب القطع علی السارق وبیان	علمائے شیعہ نے کہا کہ چور کا ہاتھ کاٹنے میں آیت مجمل ہے اسکی تفصیل سنت سے ماخوذ ہے۔

ذلك ماخوذ من السنة ـ

قطع ید کی مثالیں :۔

(۱) تاریخ سے ثابت ہے کہ قطع ید کا طریقہ حضورؐ کی بعثت سے قبل رائج تھا۔ اسلام نے اس کو برقرار رکھا۔

واول من حكم بقطعه فى الجاهلية الوليد بن المغيرة فامر الله بقطعه فى الاسلام فكان اول سارق قطعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الاسلام من الرجال الخيار بن عدى بن نوفل بن عبد مناف ومن النساء مرة بنت سفيان بن عبد الاسد من بنى مخزوم وقطع ابو بكر اليمنى الذى سرق العقد وقطع عمر يد ابن سمرة اخى عبد الرحمان بن سمرة ـ

زمانۂ جاہلیت میں جس نے سب سے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا وہ ولید بن مغیرہ تھا اسلام میں اللہ تعالےٰ نے قطع ید کا حکم فرمایا اسلام میں سب سے پہلے نبی کریمؐ نے مردوں میں سے خیار بن عدی کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا اور عورتوں میں مرہ بنت سفیان کا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہار چرانے والے چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے ابن سمرہ کا ہاتھ کاٹا تھا۔

(تفسیر قرطبی)

(۲) سنن الکبریٰ بیہقی ۸ : ۲۷۱ کتاب السرقہ۔

عن رجاء بن حيوة عن عدى ان النبى صلى الله عليه وسلم قطع يد سارق من المفصل

رجاء عدی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے چور کا ہاتھ جوڑ سے کاٹا۔

(ii) عن ابن جريج عن ابى الزبير عن جابر مثله يعنى قطع يد سارق من المفصل ـ

(ii) جابر سے بھی اسی طرح کی روایت ہے۔

(iii) عن عبد الله بن عمر وقال كان عمر بن الخطاب يقطع السارق من المفصل ـ

(iii) عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت عمر بھی چور کا ہاتھ جوڑ سے کاٹا کرتے تھے۔

(iv) عن سلمه عن حجية بن عدى ان عليا قطع ايديهم من المفصل وحسمها فكانى انظر الى ايديهم

(iv) عدی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے چوروں کے ہاتھ مفصل سے کاٹے اور ڈم لگایا گویا میں ان کے ہاتھوں کو دیکھ رہا ہوں۔

(۳) عن مغيرة عن الشعبى ان علياؓ كان يقطع الرجل ويدع العقب تعتمد عليها فكان علياؓ يفرق بين اليد والرجل فيقطع اليد من المفصل ويقطع الرجل من شطر القدم ونحن نقول بقول غيره من الصحابة فى التسوية بينهما وهو قول الكافه

مغیرہ شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ پاؤں کاٹتے تو اس کا عقب چھوڑ دیتے تھے کہ وہ ایڑی ٹیک سکے۔ گویا حضرت علی ہاتھ اور پاؤں کاٹنے میں فرق کرتے، ہاتھ تو جوڑ سے کاٹتے اور پاؤں میں ایڑی چھوڑ دیتے اور ہمارا فتویٰ دوسرے تمام صحابہ کے اتفاق عمل پر ہے یہی تمام دنیا کے علماء کا اجماعی فتویٰ ہے۔

اگر یہ قول صحیح ہے تو حضرت علی کا عمل چونکہ فعل رسول کے خلاف ہے لہذا یقیناً ترک کیا جائے۔

(۴) بخاری مع فتح الباری کتاب الحدود ۱۲ : ۷۹

وقطع على من الكف ووقع فى بعض النسخ البخارى وقطع على الكف بدون

علمۃ من۔

(۵) مغنی ابن قدامہ ۸ : ۲۵۹

لاخلاف بین اہل العلم ان السارق اول ما یقطع منہ یدہ الیمنی من مفصل الکف وھو الکوع وقد روی عن ابی بکر الصدیق وعمر رضی اللہ عنھما انھما قالا اذا سرق السارق فاقطعوا یمینہ من الکوع ولا مخالف لھما من الصحابۃ ولان البطش بھا اقوی فکانت البدایۃ بھا اردع ولانھا آلۃ السرقۃ فناسب عقوبتہ باعدام آلتھا وھو قول جماعۃ فقہاء الامصار من اہل الفقہ والاثر من الصحابۃ والتابعین من بعدھم وھو قول ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما۔

علماء میں چور کا پہلے دایاں ہاتھ جوڑ سے کاٹنے میں کوئی اختلاف نہیں جوڑ وہی ہے جسے کوع کہتے ہیں، صدیق رض و فاروق رض سے روایت آئی ہے کہ فرمایا جب چور چوری کرے تو اس کا دایاں ہاتھ مفصل (گٹی) سے کاٹ جائے کوئی صحابی اس سے اختلاف نہیں رکھتا تھا۔ چیز چرانے میں ہاتھ کی قوت اور گرفت کام کرتی ہے، یہ چوری کا آلہ ہے لہذا یہی مناسب ہے کہ ہاتھ کو کاٹ جائے کہ اس کے پاس چوری کا آلہ نہ رہے۔ تمام فقہا کا اور صحابہ کا یہی فتویٰ ہے۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کا بھی یہی قول ہے اور یہی قول ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کا بھی ہے۔

( ) بخاری مع فتح الباری کتاب الحدود۔

وقطع علی رض من الکف ووقع فی بعض النسخ البخاری وقطع علی الکف بدون کلمۃ "من"

اور حضرت علی رض نے چور کا ہاتھ کاٹا کف سے اور بعض نسخوں میں ہے کف پر اس میں "من" کا کلمہ نہیں ہے۔

لفظ 'علی' یا 'من' سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چونکہ 'ید' کا لفظ انگلیوں کے

پوروں سے لے کر بغل تک کے لئے بولا جاتا ہے اور مرفق یعنی کہنی تک بھی بولا جاتا ہے اگر "من" مذکور ہوا تو معنی یہ ہونگے کہ اس ہاتھ سے کاٹا جائے جو انگلیوں سے بغل تک ہے تو مراد اس مفصل تک کاٹنا ہوگا جسے رسغ کہتے ہیں۔

لفظ (من) حذف ہو تو ظاہر ہے کہ حضرت علی نے مفصل رسغ سے کاٹنا ثابت ہے۔ بعد صدیق و فاروق کا بھی یہی فعل ہے اور تمام صحابہ کا اس پر اتفاق ہے اور تمام صحابہ پر حضرت علی بھی شامل ہیں۔ لہذا حضرت علی بھی فعل رسول ص کے مخالف نہیں ہو سکتے۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے، جہاں کہیں بھی اسلامی فقہ رائج رہی اسی پر عمل ہوتا رہا۔ چنانچہ

البدایہ والصنائع ۲ : ۸۸ - پر بیان ہوا ہے۔

(۱) اما الموضع الذی یقطع من الید الیمنی فھو مفصل الزند عند عامۃ العلماء۔

بہرحال دایاں ہاتھ کاٹنے کی جگہ مفصل زند ہے۔

(۱۱) والصحیح قولنا لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قطع ید السارق من مفصل الزند وکان فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بیانا للمراد من الایۃ الشریفۃ کانہ نص سبحانہ وتعالیٰ فاقطعوا ایدیھما من مفصل الزند وعلیہ عمل الامۃ من لدن رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی یومنا ھذا

اہل السنت کا قول اس بناء پر صحیح ہے کہ حضور ص نے چور کا ہاتھ مفصل زند سے کاٹا اور حضور ص کا یہ فعل آیت کے مراد کا بیان ہے گویا اللہ تعالے نے نص فرما دی کہ چور کا ہاتھ مفصل زند سے کاٹو۔ اور حضور ص کے عہد سے لیکر اب تک اسی پر عمل ہے۔

(۲) پھر تبیین الحقائق ۲۲۴

ولنا ما روی انه صلی اللہ علیہ و سلم امر بقطع ید السارق من الرسغ

ہمارے حق میں روایت بھی موجود ہے حضورؐ نے چور کا ہاتھ رسغ سے کاٹنے کا حکم دیا تھا۔

ولان کل من قطع من الائمۃ من الرسغ فصار اجماعا فعلا فلا یجوز خلافہ۔

اور تمام حکام وقت رسغ سے ہی ہاتھ کاٹتے رہے ہیں ان کا یہ فعلی اجماع ہے جسکی مخالفت جائز نہیں۔

(۳) فتح الباری ۱۲ : ۸۰

وجاء عن علی انه قطع الید من الاصابع والرجل من مشط القدم اخرجه عبد الرزاق عن معمر عن قتادۃ وهو منقطع ...... ورد بانه لا یسمی مقطوع الید لغۃ ولا عرفا بل مقطوع الاصابع

حضرت علی سے مذکور ہے کہ انہوں نے ہاتھ کی انگلیاں کاٹی تھیں اور پاؤں ایڑی چھوڑ کر یہ روایت منقطع السند ہے۔

پھر یہ قول اس بناء پر رد کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کو لغت یا عرف کے لحاظ سے مقطوع الاصابع کہتے ہیں۔

(۴) فتح الباری ۱۲ : ۸۰

واما الاثر عن علی فوصله الدار قطنی من طریق حجیۃ بن عدی ان علیا قطع من المفصل واخرج ابن ابی شیبۃ من مرسل رجاء بن حیوۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطع من المفصل واورده ابو الشیخ

اور حضرت علیؓ کا فعل جسے دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے چور کا ہاتھ مفصل زند سے کاٹا اور ابن ابی شیبہ نے رجاء بن حیات سے بیان کیا کہ نبی کریمؐ نے چور کا ہاتھ مفصل سے کاٹا تھا اسی طرح وکیع سفیان سے وابی الزبیر وہ جابر سے بیان کر رہا ہے کہ

فی کتاب حد السرقۃ من وجه آخر عن رجاء عن عدی رفعه مثله ومن طریق وکیع عن سفیان عن ابی الزبیر عن جابر رفعه مثله قال کان عمر یقطع من مفصل

حضورؐ نے چور کا ہاتھ مفصل سے کاٹا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی سے جو روایت انگلیاں کاٹنے کی ہے وہ منقطع ہے لہذا حضرت علی سے انگلیاں کاٹنا ثابت نہیں۔

(۲) سنن الکبری کی جو روایت گذر چکی ہے اور فتح الباری کی یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ حضرت علی نے مفصل سے ہاتھ کاٹا۔

(۳) لغت اور عرف میں اس شخص کو مقطوع الید نہیں کہتے جس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں اور قرآن نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔

صرف انگلیوں کو ہاتھ وہی کہے جس کو لغت، اور عرف سے بیر ہو اور نبی کریمؐ اور صحابہ کرام کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھا ہو ورنہ بقائمی ہوش وحواس کوئی شخص صرف انگلیوں کو ہاتھ نہیں کہتا۔

(۵) فروع کافی کتاب الحدود ۷ : ۲۲۲

عن الحلبی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت له من این یجب القطع فبسط اصابعه وقال من ههنا یعنی من مفصل الکف۔

حلبی بیان کرتا ہے میں نے امام جعفر سے پوچھا ہاتھ کہاں سے کاٹنا واجب ہے آپ نے انگلیاں کھول کر ہاتھ پھیلایا فرمایا اس جگہ سے مراد ہاتھ کے جوڑ ہے اسی کو رسغ کہتے ہیں۔

(۶) تہذیب الاحکام ۱۰ : ۱۰۲

عن حماد عن الحلبی عن ابی عبد اللہ

//

قال قلت له من این یجب القطع

فسیط اصابعه وقال من ھھنا

یعنی من مفصل الکف۔

مفصل یا جوڑ ہاتھ اور کلائی کے مقام اتصال کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ ید کا اطلاق عربوں میں سر انگشت سے لیکر بغل تک بھی ہوتا ہے اور کہنی تک بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیت وضو سے ظاہر ہے، اور کبھی سر انگشت سے زند تک بولا جاتا ہے۔ زند تک ہونا قطعی اور یقینی ہے اس پر سب کا اتفاق ہے ہاں خوارج نے اس سے اختلاف کیا اور بغل سے کاٹنا مراد لیا۔ انگلیوں کو ہاتھ کوئی نہیں کہتا نیز انگشت کا مفصل جدا ہے۔

اگر فروع کافی اور تہذیب کی روایت میں مفصل انگشت کا مراد ہوتا تو لفظ ہوتا یعنی تقطع من مفاصل الاصابع کیونکہ انگلیوں کے مفاصل جدا جدا ہیں۔ لہذا اس روایت سے بھی حضرت علیؓ کا فعل وہی ہے جو رسول اللہ کا فعل ہے صدیق اکبرؓ کا عمر فاروقؓ کا ہے اور تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہے اور اسلامی ممالک میں جہاں کہیں فقہ اسلامی کا نفاذ ہوا مفصل زند سے ہی ہاتھ کاٹا گیا۔ انگلیاں کاٹنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اگر حضرت علی سے اس منقطع روایت کو قبول کر لیا جائے تو عقل و نقل و لغت و عرف ہر ایک کی مخالفت لازم آئیگی۔

(۱) حضرت علی کا قرآن کی مخالفت کرنا لازم آئے گا قرآن نے فاقطعوا ایدیھما کہا ہے فاقطعوا اصابعھما نہیں کہا، پھر اصابع مراد نہ لینے کا قرینہ جزاءً بما کسبا موجود ہے۔ لفظ کسب نے اس احتمال کو رد کر دیا جو جعفریہ نے پیدا کیا۔

(۲) لغت عرب کے خلاف ہے۔

(۳) عرف کے خلاف ہے۔ لغت و عرف میں اس کو مقطوع الید نہیں کہتے جس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں بلکہ اسے مقطوع الاصابع کہتے ہیں۔

(۴) فرمان رسولؐ اور فعل رسولؐ کی مخالفت ہے۔

(۵) خلفائے راشدین کے عمل کے خلاف ہے۔ جمہور علمائے اسلام کے مخالف ہے، خالق اور مخلوق دونوں کی مخالفت حضرت علیؓ سے ثابت کرنا فقہ جعفریہ کی سینہ زوری کے سوا کسی طرح ممکن نہیں۔

قطع اصابع کے حق میں شیعہ دلائل کا جائزہ

(۱) فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ بِاَیْدِیْھِمْ۔ اس آیت سے شیعہ حضرات استدلال کرتے ہیں کہ بایدیھم سے مراد انگلیاں ہیں۔ ہاتھ نہیں۔ کیونکہ لکھنا انگلیوں کا کام ہے ہاتھ کا نہیں۔ لکھنے کے عمل کو سامنے رکھ کر اس استدلال کو پرکھا جائے تو حقیقت سامنے آجاتی ہے یعنی

(۱) لکھنے کے لیے سب سے پہلے چھینگلی (LITTLE FINGER) اور اس طرف ہاتھ کا حصہ اس چیز پر ٹیکا جاتا ہے جس پر کچھ لکھنا مطلوب ہو۔

(۲) بنصر یعنی (RING FINGER) کو چھینگلی پر ٹیکا جاتا ہے۔

(۳) درمیانی انگلی (MIDDLE FINGER) اور شہادت کی انگلی (FORE FINGER) کے درمیان قلم رکھا جاتا ہے۔

(۴) اب انگوٹھے کو ملا کر ان تینوں سے قلم کی گرفت ہوتی ہے۔ یوں لکھنے کا عمل وجود میں آتا ہے۔

انگوٹھے کو علیحدہ رکھ کے ہاتھ کو ٹیکے بغیر صرف چار انگلیوں کی مدد سے لکھنے کی کوشش کی جائے تو (ABSTRAEF ART) کے بغیر کوئی اور نتیجہ نہ نکل سکے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ لکھنا صرف چار انگلیوں کا کام نہیں بلکہ پورے ہاتھ کا کام ہے۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ؐ نے فرمایا کہ نمازی جب سجدہ کرتا ہے تو سات اعضاء پر کرے۔ جب پورا ہاتھ کاٹ دیا تو سجدہ چھ اعضاء پر ہوگا اگر چار انگلیاں کاٹی گئیں تو سجدہ راحہ پر کرے گا تو سات اعضاء ہوجائیں گے۔

چلئے یہ فرض کر لیجئے کہ سجدہ کے وقت ایک عضو کی کمی ہوگئی تو نماز ناقص ہوگی یا باطل ہوگی۔ مگر یہ تو دور کی بات ہے نماز کے لئے تو وضو شرط ہے اگر چار انگلیاں کٹ گئیں تو ایک فرض رہ گیا لہٰذا وضو ہی نہ ہوا جب وضو نہ ہوا تو نماز کا موقع ہی نہ آئے گا۔ پھر سجدہ کی فکر کرنیکی کیا ضرورت۔ اگر یہ کہا جائے کہ فقدان اعضاء سے وضو ساقط ہے۔ تو فقدان اعضاء سے سجدہ میں اس عضو کا نہ رکھنا کیوں ساقط نہ ہو۔ لہٰذا نماز اور سجدہ سے پہلے وضو کی فکر کرو۔ اور وضو قائم رکھنا ضروری ہے لہٰذا انگلیاں کاٹنا بھی موقوف کردیا جائے گا۔

ایک اور صورت بھی قابل غور ہے مثلاً ایک آدمی نے کسی سے جھگڑا کیا اس دوران کسی تیز آلہ سے اس کا بازو کاٹ دیا اب قصاص میں اس کا بازو کاٹا جائے گا۔ اب وہ سجدہ میں ساتواں عضو کہاں سے لائے گا۔ اگر نہیں تو وضو بھی معاف نماز بھی معاف

جعفریہ کے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے ایک ایسی صورت کا ذکر کیا ہے۔

تہذیب الاحکام ۱۰ : ۱۰۸

فلو ان رجلا قطعت یدہ الیمنی فی قصاص ثم قطع ید رجل الیقتص منہ ام لا فقال انما یترک فی حق اللہ تعالی عز وجل فاما فی حقوق الناس فیقتص منہ فی الاربع جمیعا	اگر کسی آدمی کا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا پھر اس نے کسی آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا تو کیا قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں فرمایا حقوق اللہ میں تو نہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ معاف ہوسکتے ہیں مگر حقوق العباد میں کاٹا

جائے گا۔

لیجئے اب کیا بنے گا یہ تو چھ کی جگہ بھی پانچ عضو رہ گئے۔ سجدہ نہ کر سکے گا

(۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ تہذیب الاحکام ۱۰ : ۱۲۵ پر روایت ہے کہ حضرت علی کے پاس چوروں کا ایک گروہ رہ گیا تو

فقطع ایدیھم من نصف الکف وترک الابھام۔	تو حضرت علی نے نصف ہتھیلی سے ان کے ہاتھ کاٹ دیئے اور انگوٹھا چھوڑ دیا۔

اب تو بات بظاہر بنتی نظر آتی ہے مگر آگے جاکے کچھ پیچ پڑ گئے ہیں مثلاً اس روایت کا پہلا راوی سہل بن زیاد ہے، دوسرا راوی محمد بن سلیمان دیلمی ہے تیسرا راوی محمد بن مسلم ہے۔

محمد بن مسلم کے متعلق رجال کشی ص ۱۱۳ سے روایت گذر چکی ہے کہ امام جعفر نے فرمایا کہ محمد بن مسلم پر خدا کی لعنت وہ کہتا ہے کہ کسی چیز کے موجود ہونے سے پہلے خدا اسے نہیں جانتا"

لیجئے دو باتیں ہوگئیں یہ ذات شریف اللہ کو جاہل مانتے تھے لہذا کافر ہوگئے پھر امام جعفرؒ نے انہیں کفر کے علاوہ ایک اور لقب دیا کہ وہ ملعون ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے متعلق اتنی جرات کر سکتا ہے اسے حضرت علیؓ پر اتہام لگانے سے کون سی قوت روک سکتی ہے۔

دوسرا راوی سہل بن زیاد ہے اسکی کنیت ابو سعید ہے۔ اس کے متعلق شیعہ کتاب رجال مامقانی میں لکھا ہے۔

کان ضعیفا جدا فاسد الروایۃ والدین۔	اسکی روایت نہایت ضعیف ہے۔ بلکہ اسکی روایت بھی فاسد اور اس کا مذہب بھی فاسد۔

پھر فرمایا کہ اس کو شیعہ عالم محمد بن یحیی نے شہر قم سے جلاوطن کر دیا تھا اور کہا تھا کہ

ونھی الناس عن السماع منہ والروایۃ عنہ یروی المراسیل ویعتمد المجاھیل۔	لوگوں کو اس سے حدیث سننے سے منع کر دیا کہ یہ مرسل احادیث بیان کرتا ہے۔ اور مجہول حدیثوں پر اعتماد کرتا ہے۔

اور ابو محمد الفضل شیعہ عالم اور علی بن محمد کہتے تھے کہ یہ احمق ہے۔

تیسرا راوی محمد بن سلیمان دیلمی ہے، اس کے متعلق رجال مامقانی میں ہے

یرمی بالغلو واقول ان مقتضی نقل ذمہ ضعفہ۔	اس کا غالی شیعہ ہونا اس کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔

(۴) چوتھی دلیل یہ ہے کہ قطع اصابع ائمہ سے منقول ہے۔

مگر یہ دلیل کئی لحاظ سے بودی ہے۔

اول :- آئمہ نے قول رسول نقل نہیں کیا

دوم :- اسی کتاب میں بقول علامہ مجلسی "رئیس شیعہ راویوں" کے حالات شیعہ کتب رجال سے پیش کئے جا چکے ہیں کہ آئمہ نے ان کو ملعون، یہود سے بھی بُرے، قائلین تثلیث سے بدتر اور نہ جانے کیا کیا خطاب دیئے۔

باب الزکوٰۃ

زکواۃ کی فرضیت کتاب اللہ، سنت رسول سے ثابت ہے۔

۱) قال اللہ تعالیٰ و اتوا الزکواۃ	زکواۃ ادا کرو۔ یعنی مطلق حکم ہے۔
۲) و فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم	ان کے مالوں میں سے سائل اور محروم کے لئے حق معلوم ہے۔
۳) والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ الخ	جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

اس آیت میں زکواۃ نہ دینے والوں کے لئے شدید وعید ہے۔

۴) خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔	ان کے مالوں میں سے صدقہ لے اور اس وجہ سے انہیں پاک فرما۔
۵) یا ایھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم	اے ایمان والو جو پاک مال تم نے کمایا ہے اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرو۔

حدیث میں اسلام کے پانچ اجزاء بیان ہوئے ہیں۔ بنی الاسلام علی خمس الخ۔ جن میں سے ایک زکواۃ ہے۔ کسی ایک جزو کا انکار پورے اسلام کا انکار ہے کیونکہ انتفاء جزء مستلزم ہے انتفائے کل کو ۔ لیکن فقہ جعفریہ میں زکواۃ کے لئے کچھ شرائط رکھی گئی ہیں۔

(۱) کرنسی نوٹ پر زکواۃ نہیں۔

(۲) سونے اور چاندی پر زکواۃ نہیں۔ ہاں اگر سونے اور چاندی کے سکے یعنی اشرفی اور روپیہ بنا کر اس پر سرکاری مہر لگے تو اس پر زکواۃ ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں مال و دولت سے مراد یا تو کرنسی نوٹ ہوتے یا سونا چاندی، خواہ زیورات کی صورت میں ہو خواہ ویسے ٹھوس حالت میں سونا چاندی کے سکوں کا وجود دنیا میں کہیں نہیں ملتا۔ لہٰذا زکواۃ کا انکار نہ کرنے کے باوجود

زکواۃ ساقط ہو گئی۔

قرآن کریم کی جو آیات اوپر دی گئی ہیں ان کو سامنے رکھا جائے تو سوچنا پڑے گا کہ یہ شرائط جو فقہ جعفریہ میں رکھی گئی ہیں ان کے مطابق قرآن کی کس آیت پر عمل ممکن بھی ہے۔

(۱) واتوا الزکواۃ۔ زکواۃ ادا کرو۔ مطلق حکم ہے۔

(۲) و فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم۔ زکواۃ کو تھوڑی دیر ذہن سے الگ کر کے یہ سوچا جائے کہ کوئی سائل اور محتاج اگر مدد کی درخواست کرے تو اس کی مدد کیسے کی جاتی ہے۔ کیا یہ کہا جاتا ہے کہ کرنسی نوٹ تو مال نہیں۔ اور اشرفی روپیہ سونے چاندی کا کوئی سکہ نہیں۔ اس لئے نہ ہمارے پاس مال نہ اس میں تمہارا کوئی حق۔

(۳) تیسری آیت میں جمع کرنے اور خرچ نہ کرنے پر وعید ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جمع کیا کیا جاتا ہے؟ اور خرچ کیا کیا جاتا ہے؟ اگر کرنسی نوٹ اور سونا چاندی خواہ زیورات یا اینٹوں کی شکل میں ہوں وہی جمع بھی کیا جاتا ہے اور اسی کو خرچ بھی کیا جاتا ہے تو زکواۃ کے معاملے میں یہ اصول کیوں کارفرما نہیں رہا؟

(۴) چوتھی آیت میں جس مال کو پاک کرنے کا حکم ہے وہ مال کون سا ہے؟ اگر نوٹ مال نہیں تو جب نوٹوں اور زیور کی چوری ہو جاتی ہے تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اتنے لاکھ کے زیور اور نقدی کی چوری ہو گئے؟

(۵) پانچویں آیت میں حکم ہے " اپنی کمائی سے خرچ کرو "

سوال یہ ہے آپ کماتے کیا ہیں؟ دن بھر مزدوری کریں یا مہینہ بھر نوکری کریں تو آپکو مزدوری یا تنخواہ لازماً کرنسی نوٹوں کی شکل میں ملتی ہے۔ اور آپ یقیناً یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اتنا کمایا تو جو کچھ آپ نے کمایا اس میں سے ہی زکواۃ دینے کا حکم ہے۔ اگر آپ تاجر ہیں آپ نے پانچ ہزار کا مال سات ہزار میں بیچا تو آپ یقیناً کہتے ہیں ہم نے دو ہزار کمایا تو یہ دو ہزار مال ہی تو ہے اور یہ کرنسی نوٹ کی شکل میں ہے۔ گویا نوٹ ثمن نہیں۔ مگر

قائم مقام ثمن ہے بلکہ آج کل تو حقیقت ثمن بعینہ سمجھا جاتا ہے۔ عرف عام اصطلاح اور عادت یہی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ کرنسی نوٹ کو آپ مال بھی سمجھیں اور اسے زکواۃ سے مستثنیٰ بھی سمجھیں تو یہ مؤقف بڑے دور رس نتائج کا حامل ہے۔ خدارا اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اسلام کو جگ ہنسائی کا ذریعہ نہ بنائیں۔ اگر اس اصول کو پھیلایا جائے تو انکم ٹیکس پراپرٹی ٹیکس کسٹم وغیرہ کسی چیز کا ادا کرنا ضروری نہیں جب کرنسی نوٹ اور زیور وغیرہ مال نہیں تو انکم ٹیکس وغیرہ کیوں ہوا۔

عُشر

قرآن حکیم میں جہاں زکواۃ کا حکم ہے وہاں ساتھ ہی ارشاد ہے۔

ومما اخرجنا لکم من الارض اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا۔

اتوا حقہ یوم حصادہ کھیتی کاٹتے وقت اس کا حق ادا کرو۔

عشر کے متعلق فقہی احکام کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ وہ تو اہل علم جانتے ہی ہیں لیکن فقہ جعفریہ میں صرف گندم جو، اور کھجور منقی میں عشر ہے۔ پھر ان کے لئے بھی نصاب شرط ہے جو ۸۴۷ کلو ہے حالانکہ قرآن کی آیت سے ظاہر ہے کہ مما اخرجنا لکم من الارض مطلق ہے اور واتوا حقہ یوم حصادہ بھی مطلق ہے۔

ارباب دانش کے لئے غور کا مقام یہ ہے کہ یہ تخصیص اور یہ شرط کہیں زر اندوزی بخل اور سنگدلی کی طرف رہنمائی تو نہیں کرتی۔

لٌ يُعرَفُ لِمَنْ أخَذَ بِهِ؟ قال: نعم قال الله عزّ وجلّ: «يا أيّها الّذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا
سول وأولي الأمر منكم» وقال رسول الله صلى الله عليه وآله: من مات ولا يعرف إمامه مات ميتة جاهليّة
ان رسول الله صلى الله عليه وآله وكان عليّاً عليه السلام وقال الآخرون: كان معاوية، ثمّ كان الحسن عليه السلام
كان الحسين عليه السلام وقال الآخرون: يزيد بن معاوية وحسين بن عليّ ولا سواء ولا سواء. قال:
سكت ثمّ قال: أزيدك؟ فقال له حكم الأعور: نعم جُعلت فداك قال: ثمّ كان عليّ بن الحسين
كان محمّد بن عليّ أبا جعفر؛ وكانت الشيعة قبل أن يكون أبو جعفر وهم لا يعرفون مناسك
جّهم وحلالهم وحرامهم حتّى كان أبو جعفر ففتح لهم وبيّن لهم مناسك حجّهم وحلالهم
رامهم حتّى صار الناس يحتاجون إليهم من بعد ما كانوا يحتاجون إلى الناس وهكذا يكون
مر والأرض لا تكون إلّا بإمام ومن مات لا يعرف إمامه مات ميتة جاهليّة وأحوج ما تكون إلى
نت عليه إذا بلغت نفسك هذه ـ وأهوى بيده إلى حلقه ـ وانقطعت عنك الدنيا تقول: لقد كنت
ى أمر حسن.

أبو عليّ الأشعريّ، عن محمّد بن عبد الجبّار، عن صفوان، عن عيسى بن السريّ أبي اليسع
ن أبي عبد الله عليه السلام مثله.

٧ ـ عدّة من أصحابنا، عن سهل بن زياد، عن أحمد بن محمّد بن أبي نصر، عن مثنّى
حنّاط، عن عبد الله بن عجلان، عن أبي جعفر عليه السلام قال: بني الإسلام على خمس [دعائم]: الولاية

ه مستحق آن بدان شناخته شود؟ فرمود: آری، خداعزوجل فرماید (۵۹ ـ النساء) أیا کسانی که
رویده اطاعت کنید خدا را واطاعت کنید رسول را وصاحب الامر خودرا ـ ورسولخدا (ص) فرموده است
که بمیرد و نشناسد امام خودرا بمردن جاهلیت مرده است، رسولخدا بود و علی (ع) امام بود و
یگران در برابر او معاویه را امام دانستند، سپس حسن (ع) بود وسپس حسین و دیگران گفتند یزید
معاویه وحسین بن علی (ع) برابرند، ودر اینها برابری نبود (علی کجا ومعاویه کجا حسین بن علی
کجا ویزید کجا؟) سپس خموشی گرفت و باز فرمود توضیح بیشتری ندهم؟ حکم اعور گفت: چرا
بانت، فرمود: سپس علی بن الحسین (ع) بود وپس ازاو محمد بن علی اباجعفر، شیعه پیش از ابی جعفر
ناسك حج وحلال وحرام خودرا هم نمیدانستند وعلم آنها بجائی رسید که مردم بدانها نیازمند شدند
از اینکه آنها نیاز بمردم داشتند وهم چنین است امروز، زمین بی امام نباشد وهر که بمیرد وامام خود
شناسد بمردن جاهلیت مرده وتو ازهمه وقت بمعرفت امام محتاج تری همانوقت که جانت بگلویت
سد (با دست اشاره بگلویش نمود) ودنیا ازدستت برود وبگوئی که: هر آینه من درمذهب خوبی بودم
که اقرار بامام برحق ومتابعت اواست).

۷ـ از امام باقر (ع) که اسلام بر پنج پایه استوار است، ولایت و نماز و زکوة و روزه ماه

﴿ زرارة بن اعين ﴾

[illegible] فقولانه اقول بقول الله تعالى لم يد خلوها وهم يطمعون
[illegible] لدخلوا الجنة ولو كانوا كافرين لدخلوا النار قال فاذا
[illegible] عليه السلام ارجهم حيث ارجاهم الله اما انك لو بقيت
[illegible] الكلام وتحللت عنك عقد الايمان قال اصحاب زراره
[illegible] زرارة بن اعين فقد ادرك ابا عبدالله عليه السلام فانه
[illegible] عبدالله عليه السلام بشهرين او اقل وتوفى ابوعبدالله عليه
[illegible] مريض مات فى مرضه ذلك ﴿ حدثنى ابوعبدالله
[illegible] الوراق ﴾ قال حدثنى على بن محمد بن يزيد القمى
[illegible] محمد بن عيسى عن ابن ابى عمير عن هشام بن سالم
[illegible] عمير قال دخلت على ابى عبدالله ع فقال كيف تركت
[illegible] كه لايصلى العصر حتى تغيب الشمس فقال فانت
[illegible] له فليصل فى مواقيت اصحابه فاني قد حرقت قال فابلغته
[illegible] والله اعلم انك لم تكذب عليه ولكن امرنى بشئ فاكره
﴿ حدثنى محمد بن قولويه ﴾ قال حدثنى سعد بن عبدالله
[illegible] ابوجعفر احمد بن محمد بن عيسى وعلى بن اسمعيل بن عيسى
[illegible] عمرو بن سعيد بن الزيات عن يحيى بن محمد بن ابى حبيب
[illegible] الرضا عليه السلام عن افضل مايتقرب به العبد الى الله من صلوته
[illegible] واربعون ركعة فرايضه ونوافله فقلت هذه رواية زراره
[illegible] كان اصدع بحق من زراره ﴿ حدثنى حمدويه ﴾
[illegible] محمد بن عيسى عن القسم بن عروة عن ابن بكير قال دخل
[illegible] ابى عبدالله عليه السلام قال انكم قلتم لنا فى الظهر والعصر
[illegible] وذراعين ثم قلتم ابردوا بها فى الصيف فكيف الابراد بها
[illegible] ليكتب ما يقول فلم يجبه ابوعبدالله عليه السلام بشئ
[illegible] فقال انما علينا ان نسئلكم وانتم اعلم بما عليكم وخرج

ہیں اور امامیہ مذہب کی ضروریات میں ہے۔ کہ جو کچھ آئمہ طاہرینؑ نے فرمایا۔ اوس کو حق
اور اعتقاد رکھے۔ کہ ان کا فرمان خدا اور رسول کا فرمان ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو۔ تو [illegible]
امام سابق کے فرمانے سے کیسے ثابت ہو جسطرح کہ اسلام کے کسی ضروری امر کا انکار [illegible]
حضرت رسولؐ کی تکذیب کرتا ہے۔ اور آدمی اس کے سبب دین اسلام سے خارج ہو [illegible]
اسی طرح طریق امامیہ کے کسی ضروری امر کا انکار امامت کے انکار کا مستلزم ہے۔ [illegible]
شیعہ سے نکال دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث بھی وارد ہوا ہے۔ امامؑ نے فرمایا ہے۔ [illegible]
متعہ کو حلال نہ جانے وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے۔ ایسے ہی دین شیعہ کی ضروریات سے [illegible]
یقین جانے بارہ امام علیہم السلام معصوم ہیں۔ اور ان کے سوا کوئی اور امام نہ ہو [illegible]
جناب مہدی آخر الزمان علیہ السلام زندہ اور غائب ہیں۔ اور ایکروز ضرور ظاہر ہو [illegible]
ہیں۔ اور زمانہ کسی وقت امام سے خالی نہیں رہ سکتا۔ امام ہر ایک علم کا عالم ہوتا ہے جس [illegible]
امت کو ضرورت ہو۔ پس اسی قسم کی ضروریات دین سے کسی ایک کا بھی انکار امامت [illegible]
انکار کا مستلزم ہے۔ مگر بعض ایسے امور جو صرف علماء اور واقفان احادیث [illegible]
ہوں۔ اور دوسروں کو ان کا علم نہ ہو۔ اور ضروری ہونے کی حد کو نہ پہنچے ہوں [illegible]
ہونے کے موجب نہیں ہوتے۔ مثلاً یہ کہ امامؑ محدث ہوتا ہے اور فرشتہ اوس [illegible]
کرتا ہے۔ اور شب قدر میں ان پر ملائکہ اور روح کا نزول ہوتا ہے۔ اور یہ کہ وقت [illegible]
اون کا جسم مطہر آسمان پر لیجایا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اس قسم کی اور باتیں۔ [illegible]
کہ احادیث سے واضح ہوتا ہے۔ بعض شیعہ آئمہ طاہرینؑ کے وقت میں [illegible]
اونکی عصمت کے قابل نہ تھے۔ اس کی بابت اول تو یہ ممکن ہے۔ کہ اسوقت [illegible]
دین سے نہ سمجھی گئی ہو۔ اور نیز اگر یہ کہیں کہ یہ حکم ایسی جماعت کے حق میں ہے [illegible]
پر صحابہ کا اجماع ہے۔ جیسے کہ زرارہ اور ابوبصیر ہے اکثر علماء نے اسکی تاویل کی [illegible]
سند میں قدح کیا ہے۔ اگر بات صحیح بھی مان لی جائے۔ تو چونکہ یہ لوگ معصوم [illegible]
ہے۔ ان کی لغزش ہوئی ہو۔ اور بعد ازاں انہوں نے توبہ کر لی ہو۔ اور اگر کہا جائے [illegible]
سوا کسی اور جماعت کے حق میں یہ قول ہے۔ تو اونکا ایمان اور عدالت ممنوع یعنی نامسلم [illegible]

… دینی ولادین ابائی ﴿ محمد بن احمد ﴾ عن محمد
… بن الحکم عن بعض رجاله عن ابی عبدالله علیه السلم
… متی عهدك بزرارة قال قلت مارایته منذایام قال
… ولا تعده وان مات فلا تشهد جنازته قال قلت زرارة
… زرارة شر من الیهود والنصاری ومن قال ان مع الله
… ﴿ قال حدثنی یوسف بن السخت ﴾ عن محمد بن
… بن ایوب عن میسر قال کنا عند ابی عبدالله علیه
… فی جانب الدار علی عنقها قمقم قدنکسته قال فقال
… السلام فاذبنی ان الله قد نکس قلب زرارة کما نکست
… القمقم ﴿ محمد بن نصیر ﴾ قال حدثنا محمد بن
… بن عیسی عن حریز عن محمد الحلبی قال قلت لابی
… کیف قلت لی لیس من دینی ولادین ابائی قال انما
… زرارة واشباهه ﴿ فی اخوة زرارة ﴾ حمران و
… عبدالرحمن بنی اعین ﴿ حدثنی محمد بن مسعود ﴾
… محمد بن نصیر قال حدثنی محمد بن عیسی بن عبید وحدثنی
… قال حدثنا محمد بن عیسی بن عبید عن الحسن
… قال حدثنی المشائخ ان حمران وزرارة وعبدالملك
… عبدالرحمن بنی اعین کانوا مستقمین ومات منهم اربعة فی زمان
… علیه السلام وکانوا من اصحاب ابی جعفر علیه السلام وبقی
… الحسن فلقی ماتقی ﴿ حدثنی حمدویه بن نصیر ﴾
… یعقوب بن یزید عن الحسن بن علی بن فضال عن ثعلبة بن
… عن بعض رجاله قال قال ربیعة الرای لابی عبدالله علیه السلم
… الاخوة الذین یاتونك من العراق ولم ارفی اصحابك خیرامنهم
… اولئك اصحاب ابی یعنی ولداعین ﴿ محمد بن مسلم الطایفی

(فی اخوة زراره)

(محمد بن … الطایفی الثقفی)

احد فی الاسلام مااحدث زراره من البدع علیه …
ابی عبدالله ﴿ حدثنی حمدویه بن نصیر ﴾ …
عیسی عن عمار بن المبارك قال حدثنی الحسن بن کلیب
ابیه کلیب السیداوی انهم کانوا جلوسا ومعهم عذافر …
اصحابهم معهم ابوعبدالله علیه السلم قال فابتدا ابوعبدالله …
ذکر لزراره فقال لعن الله زراره لعن الله زراره …
مرات ﴿ محمد بن مسعود ﴾ قال حدثنی محمد بن …
قال خرجت الی فارس وخرج معنا محمد الحلبی الی مکة …
الی حین فسالت الحلبی فقلت …لرقنا بشیء قال نعم …
قلت لابی عبدالله علیه السلام ما تقول فی الاستطاعة …
ولادین ابائی فقلت الان تلج عن صدری والله لا …
ولا اشیع لهم جنازة ولا اعطیهم شیأ من زکاة مالی …
ابوعبدالله علیه السلام جالسا وقال لی کیف قلت فاعدت …
فقال ابوعبدالله علیه السلام کان ابی علیه السلام یقو…
حرم الله وجوههم علی النار فقلت جعلت فداك وکیف …
من دینی ولادین ابائی قال انما اعنی بذلك قول زرارة واشباهه ﴿
محمد بن مسعود ﴾ قال حدثنی جبرئیل بن احمد قال حد…
بن جعفر بن وهب عن علی القصیر عن بعض رجالة قال …
بن اعین وابی الجارود علی ابی عبدالله علیه السلام قال …
فانهما عجلا المحیا وعجلا الممات ﴿ حدثنی محمد بن مسعود ﴾
حدثنی جبرئیل بن احمد عن موسی بن جعفر عن علی …
حدثنی رجل عن عمار الساباطی قال نزلت منزلا فی ضربة
فاذا انا برجل قائم یصلی صلاة ما رایت احدا صلی مثله …
ما رایت احدا دعا بمثله فلما اصبحت نظرت الیه فلم اعر…

خ حریز

انه قال صلى المغرب دون المزد لفه فقال له ابوعبدالله عب
تاملته ما قال ابى هذا قط كذب الحكم على ابى قال فخرج
هو يقول ماارى الحكم كذب على ابيه ﴿ محمد بن زداد ﴾
محمد بن على الحداد عن مسعدة بن صدقه قال قال ابوعبدالله
قوما يعارون الايمان عارية ثم يسلبونه فقال لهم يوم القيـ
ان زرارة بن اعين منهم ﴿ حمدان بن احمد ﴾ قال
بن حكيم عن ابى داود المسترق قال كنت قايد ابى بصير
اصحابنا فقلت له هوذا زرارة فى الجنازة فقال اذهب بى اليه
به اليه فقال له السلام عليك يا باالحسن فرد عليه زرارة الـ
له لوعلمت ان هذا من رأيك لبدائك به قال فقال له ابوبصير
امرت ﴿ يوسف ﴾ قال حدثنى على بن احمد بن بقاح
زرارة قال سالت اباعبدالله عليه السلام عن التشهد فقال
لااله الا الله وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله
التحيات والصلوات قال التحيات والصلوات فلما خرجت قلت
لاسأله غدا فسئلته من الغد عن التشهد فقال كمثل ذلك قلت
والصلوات قال التحيات والصلوات قلت القاه بعد يوم لاسالنه
فسألته عن التشهد فقال كمثله قلت التحيات والصلوات قال
والصلوات فلماخرجت ضرطت فى لحيته وقلت لايفلح ابدا
بن الحسين بن قتيبه ﴾ قال حدثنى محمد بن احمد عن محمد بن
عن ابراهيم بن عبدالحميد عن الوليد بن صبيح قال مررت
بالمدينة فاذا انسان قد جذبنى فالتفت فاذا انا بزرارة فقال لى
لى على صاحبك قال فخرجت من المسجد فدخلت على ابى عبدالله
السلم فاخبرته الخبر فضرب بيده على لحيته ثم قال ابوعبدالله
لا تاذن له لا تاذن له لا تاذن له فان زرارة يريد نى على القدر

السر

(ابى بصير عبدالله بن محمد الاسدى)

للمراة قال قلت بيدى هكذا وغطا وجهه قال فقال لى
﴿ محمد بن مسعود ﴾ قال سالت على بن الحسن بن
بصير فقال كان اسمه يحى بن ابى القسم فقال ابوبصير كان
و كان مولى لبنى اسد وكان مكفوفا فسالته هل يتهم
الغلو فلا لم يتهم ولكن كان مخلطاً ﴿ محمد بن مسعود ﴾
حدثنى جبرئيل بن احمد قال محمد بن عيسى عن يونس عن
قال جلس ابوبصير على باب ابى عبدالله عليه السلام ايستاذن
يؤذن له فقال لو كان معنا طبق لاذن قال فجأ كلب فشغر
بصير قال اف اف ماهذا قال جليسه هذا كلب شغر فى وجهك
بن مسعود ﴾ قال حدثنى على بن محمد القمى عن محمد بن
احمد بن الحسن عن على بن الحكم عن مثنى الحناط عن ابى
دخلت على ابى جعفر عليه السلام فقلت تقدرون ان تحيي الموتى
الاكمه والابرص فقال لى باذن الله ثم قال ادن منى ومسح على وجهى
عينى فابصرت السمآ والارض والبيوت فقال لى اتحب ان تكون
ولك ماللناس وعليك ما عليهم يوم القيمة ام تعود كما كنت
الخالص قلت اعود كما كنت فمسح على عينى فعدت ﴿
عبدالله بن محمد الاسدى ﴾ طاهر بن عيسى قال حدثنى
احمد الشجاعى عن محمد بن الحسين عن احمد بن الحسن الميثمى
عبدالله بن وضاح عن ابى بصير قال سالت اباعبدالله عليه السلام
مسئلة فى القران فغضب وقال انا رجل يحضر فى قريش وغيره
تسالنى عن القران فلم ازل اطلب اليه واتضرع حتى رضى و
رجل من اهل المدينه مقبل عليه فقعدت عند باب البيت على
اذ دخل بشير الدهان فسلم وجلس عندى وقال لى سله من الائمة
فقلت لو رايتنى مما قد خرجت من هيبة لم تقل لى سله فقطع ابو

(١٠٩)

من وجهك الى قال قالت لى رحمك الله جئت الى ابى
الراى فقال ما عندى فى هذا شئ ولكن عليك بمحمد
خبر فما افتاك به من شئ فعودى الى فاعلمينيه
بسلام فلما كان الغد خرجت الى المسجد وابو حنيفه
فتنحنحت فقال اللهم اغفر هادعنا نعيش ﴿ حدثنى
﴾ قال حدثنا محمد بن عيسى عن ياسين الضرير
حريز عن محمد بن مسلم قال ما شجر فى رائى شئ قط
جعفر عليه السلام حتى سالته عن ثلثين الف حديث
عليه السلام عن ستة عشر الف حديث ﴿ حدثنا
﴾ قال حدثنى سعد بن عبدالله القمى قال حدثنى احمد
عيسى عن الحسن بن على بن فضال عن ابى كهمش قال دخلت
عبدالله عليه السلام فقال لى شهد محمد بن مسلم الثقفى القصير
شهادة فرد شهادته فقلت نعم فقال اذا صرت الى الكوفه
فقل له اسالك عن ثلث مسائل لا تفتينى فيها بالقياس
قال اصحابنا ثم سله عن الرجل يشك فى الركعتين الاولين
وعن الرجل يصيب جسده او ثيابه البول كيف يغسله
يرمى الجمار بسبع حصيات فيسقط منه واحدة كيف يصنع
عنده فيها شئ فقل له يقول لك جعفر بن محمد ما حملك على
شهادة رجل اعرف باحكام الله منك واعلم بسيرة رسول
عليه واله منك قال ابو كهمش فلما قدمت اتيت بابن ابى
ان اصير الى منزلى فقلت له اسالك عن ثلث مسايل لا تفتنى
ولا تقول قال اصحابنا قال هات قال قلت ما تقول فى رجل
الركعتين الاولين من الفريضة فاطرق ثم رفع راسه الى فقال
فقلت هذا شرطى عليك الا تقول قال اصحابنا فقال ما عندى

(١١٣)

جبرئيل بن احمد عن محمد بن عيسى عن على بن الحكم عن
عن عامر بن عبدالله بن جذاعه قال قلت لابى عبدالله
ان امراتى تقول بقول زرارة ومحمد بن مسلم فى الاستطاعة
المشية وللراى والقول لهما انهما ليس بشئ فى ولايتى
فحدثتها فرجعت عن هذا القول ﴿ حدثنى
﴾ قال حدثنى جبرئيل بن احمد عن محمد بن عيسى
يونس عن ابى الصباح قال سمعت اباعبدالله عليه السلم
هلك المتريسون فى اديانهم منهم زرارة وبريد ومحمد
اسمعيل الجعفى وذكر آخر لم احفظ ﴿ حدثنى محمد بن
﴾ قال حدثنى جبرئيل بن احمد عن محمد بن عيسى عن يونس
بن سليمن وعدة عن مفضل بن عمر قال سمعت اباعبدالله
يقول لعن الله محمد بن مسلم كان يقول ان الله لا يعلم الشئ

﴿ فى ابى بصير ليث بن البخترى المرادى ﴾ روى عن
قال خرجت الى السواد اطلب دراهم للحج ونحن جماعة
ابو بصير المرادى قال قلت له يا ابا بصير اتق الله وحج بمالك
كثير فقال اسكت فلو ان الدنيا وقعت لصاحبك لاشتمل
﴿ حدثنى حمدويه بن نصير ﴾ قال حدثنا يعقوب بن
محمد بن ابى عمير عن جميل بن دراج قال سمعت اباعبدالله
السلام يقول بشر المخبتين بالجنه بريد بن معوية العجلى وابا
ليث بن البخترى المرادى ومحمد بن مسلم وزرارة اربعة نجبا
على حلاله وحرامه لولا هؤلاء انقطعت اثار النبوه واندرست
﴿ حدثنى محمد بن قولويه ﴾ قال حدثنى سعد بن عبدالله القمى عن
المسمعى عن على بن اسباط عن محمد بن سنان عن داود
قال سمعت اباعبدالله عليه السلم يقول انى لاحدث الرجل

(ابى بصير ليث بن البخترى المرادى)

خ بكتابه
خ ر ابو

فقال لي يا ذريح دع ذكر جابر فان السفلة اذا سمعوا
شنعوا اوقال اذا عوا ﴿ جبرئيل بن احمد الفاريابي ﴾
محمد بن عيسى العبيدي عن علي بن حسان الهاشمي قال حدثني
بن كثير عن جابر بن يزيد قال قال ابو جعفر عليه السلام
حديثنا صعب مستصعب امرد ذكوان وعر اجرد لا يحتمله
مرسل اوملك مقرب اومؤمن ممتحن فاذا ورد عليك
امرنا فلان له قلبك فاحمد الله وان انكرته فرده الينا اهل
تقل كيف جاء هذا او كيف كان و كيف هو فان هذا
العظيم ﴿ علي بن محمد ﴾ قال حدثني محمد بن احمد
يزيد عن عمرو بن عثمن عن ابي جميلة عن جابر قال رويت
حديثا ما سمعه احد مني ﴿ جبرئيل بن احمد ﴾ حدثني
عيسى عن اسمعيل بن مهران عن ابي جميلة المفضل بن صالح
بن يزيد الجعفي قال حدثني ابو جعفر عليه السلام بسبعين الف
لم احدثها احدا قط و لا احدث بها احدا ابدا قال جابر
عليه السلام جعلت فداك انك قد حملتني وقرا عظيما
سركم الذي لا احدث به احدا فربما جاش في صدري حتى
شبه الجنون قال يا جابر فاذا كان ذلك فاخرج الى الجبانة
ودل راسك فيها ثم قل حدثني محمد بن علي بكذا وكذا
الصباح ﴾ قال حدثنا ابو يعقوب اسحق بن محمد البصري
بن عبدالله قال خرج جابر ذات يوم وعلى راسه قوصرة
مر على سكك الكوفه فجعل الناس يقولون جن جابر جن
ذلك اياما فاذا كتاب هشام قد جاء بحمله اليه قال فسال عنه
عنده انه قد اختلط و كتب بذلك الى هشام فلم يعرض له
ما كان من حاله الاولى ﴿ نصر بن الصباح ﴾ قال حدثنا

نفاذ شريعت صد ١٧

لكي لا يعطش يوم القيمة فقال ابو حنيفه مكذوب علينا و
روى فيه من الذم حدثني محمد بن مسعود ﴾ قال حدثني
القمي قال حدثني احمد بن محمد بن عيسى عن علي بن الحكم
بن عثمن قال دخلت على ابي عبدالله عليه السلام في جماعة
فلما اجلسني قال ما فعل صاحب الطاق قال قلت صالح قال
انه جدل وانه يتكلم في هم قدر قلت اجل هو جدل قال
طريف من مخاصميه ان يخصمه فعل قلت كيف ذاك فقال
عن كلامك هذا من كلام امامك فان قال نعم كذب علينا
قال له كيف يتكلم بكلام لم يتكلم به امامك ثم قال انهم
اني انا اقررت به و رضيت به اقمت على الضلاله وان برئت منهم
نحن قليل وعدونا كثير قلت جعلت فداك فابلغه عنك ذلك
قد دخلوا في امر ما يمنعهم عن الرجوع عنه الا الحمية قال فابلغته
الاحول ذاك فقال صدق بابي وامي ما يمنعني من الرجوع
﴿ علي قال حدثنا ﴾ محمد بن احمد عن محمد بن عيسى
بن عبيد عن احمد بن النضر عن المفضل بن عمر قال قال
عليه السلم ايت الاحول فمره لا تتكلم فاتيته في منزله فاشرف
له يقول لك ابو عبدالله عليه السلام لا تتكلم قال فاخاف الا
جابر بن يزيد الجعفي ﴾ حدثني حمدويه وابرهيم ابنا نصير
محمد بن عيسى عن علي بن الحكم عن ابن بكير عن زرارة
اباعبدالله عليه السلام عن احاديث جابر فقال ما رايته عند
الامرة واحدة وما دخل علي قط ﴿ حمدويه وابرهيم
حدثنا محمد بن عيسى عن علي بن الحكم عن زياد بن ابي
اختلف اصحابنا في احاديث جابر الجعفي فقلت انا اسال
السلام فلما دخلت ابتدأني فقال رحم الله جابر الجعفي كان

خ
نعم بدر

خ
تتكلم

(جابر بن يزيد الجعفي)

نفاذ شريعت صد ١٨-١٧

عبدالجبار عن ابی طالب القمی قال کتبت الی ابی جعفر
شعر وذکرت فیها اباه وسالته ان یاذن لی فی ان ارثیه
وحبسه وکتب فی صدر مابقی من القرطاس قد احسنت

(عبد الله بن ميمون القداح المكي)

﴿ فی عبدالله بن میمون القداح المکی ﴾ حدثنی
بن نوح عن صفوان بن یحیی عن ابی خالد عن عبدالله بن میمون
جعفر علیه السلم قال یا بن میمون کم انتم بمکة قلت نحن
نور فی ظلمات الارض

(عبدالله بن ابی یعفور)

﴿ فی عبدالله بن ابی یعفور ﴾
ابوالحسن علی بن محمد بن قتیبة النیسابوری قال حدثنا
بن شاذان عن ابن ابی عمیر عن عدة من اصحابنا قال کان
یقول ماوجدت احدا یقبل وصیتی و یطیع امری الاعبدالله
﴿ محمد بن مسعود ﴾ قال حدثنی علی بن الحسن ابن
ثقه مات فی حیوة ابی عبدالله علیه السلام سنة الطاعون
مسعود ﴾ عن علی بن الحسن عن علی بن اسباط عن
لم یسمه قال کنت عند ابی عبدالله علیه السلام فذکر
یعفور رجل من اصحابنا فقال مه قال فترکه واقبل علینا
یزعم ان له ورعا وهو یذکر اخاه بما یذکره قال ثم تناول
عارضه فنتف من لحیته حتی راینا الشعر فی یده فقال
کنت انما اتولی بقولکم وابرء منهم بقولکم ﴿ محمد بن
وعثمن ﴾ قالا حدثنا محمد بن یزداد عن محمد بن الحسین
عن ابی مالك الحضرمی عن ابی العباس البقباق قال تذاکر
ومعلی بن خنیس قال ابن ابی یعفور الاوصیاء علماء ابرار
ابن خنیس الاوصیاء انبیاء قال فدخلا علی ابی عبدالله
قال فلما استقر مجلسهما قال فبداهما ابوعبدالله علیه السلام
یاعبدالله ابرأ ممن قال انا انبیاء ﴿ حمدویه ﴾ عن

صاحِبِ هذَا الأمْرِ، قالَ أبُوجَعْفَرٍ عليه السلام : وَلايَةُ اللهِ أسَرَّها إلىٰ جَبْرَئِيلَ عليه السلام وَأسَرَّها جَبْرَئِيلُ إلىٰ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وَأسَرَّها مُحَمَّدٌ إلىٰ عَلِيٍّ عليه السلام وَأسَرَّها عَلِيٌّ إلىٰ مَنْ شاءَ اللهُ، ثُمَّ أنْتُمْ تُذيعُونَ ذٰلِكَ، مَنِ الَّذي أمْسَكَ حَرْفاً سَمِعَهُ ؟ قالَ أبُوجَعْفَرٍ عليه السلام : في حِكْمَةِ آلِ داوُدَ : يَنْبَغي لِلْمُسْلِمِ أنْ يَكُونَ مالِكاً لِنَفْسِهِ مُقْبِلاً عَلىٰ شَأْنِهِ عارِفاً بِأهْلِ زَمانِهِ ، فَاتَّقُوا اللهَ وَلا تُذيعُوا حَديثَنا . فَلَوْلا أنَّ اللهَ يُدافِعُ عَنْ أوْلِيائِهِ وَيَنْتَقِمُ لِأوْلِيائِهِ مِنْ أعْدائِهِ ، أما رَأيْتَ ما صَنَعَ اللهُ بِآلِ بَرْمَكَ وَمَا انْتَقَمَ اللهُ لِأبِي الْحَسَنِ عليه السلام وَقَدْ كانَ بَنُو الأشْعَثِ عَلىٰ خَطَرٍ عَظيمٍ فَدَفَعَ اللهُ عَنْهُمْ بِوِلايَتِهِمْ لِأبِي الْحَسَنِ عليه السلام وَأنْتُمْ بِالْعِراقِ تَرَوْنَ أعْمالَ هٰؤُلاءِ الْفَراعِنَةِ وَما أمْهَلَ اللهُ لَهُمْ، فَعَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ ؛ وَلا تَغُرَّنَّكُمُ [الْحَياةُ] الدُّنْيا، وَتَغْتَرُّ وَابِمَنْ قَدْ اُمْهِلَ لَهُ ، فَكَأنَّ الأمْرَ قَدْ وَصَلَ إلَيْكُمْ .

امام باقر(ع) فرمود ـ ولایت خدااست که آنرا رازی بجبرئیل سپرده وجبرئیل رازی بمحمد سپرده و محمد رازی بعلی سپرده وعلی رازی بهر که خدا خواسته سپرده ، سپس شما آنرا فاش میکنید ، کیست که سخنی را بشنود وآنرا نگهدارد، امام باقر(ع) فرموده است، درحکمت آل داود استکه شایسته است برای مسلمان که خوددار باشد و بکار خودباندرشود ومردم‌زمان خودرا بشناسد، ازخدا به پرهیزید وحدیث‌ما را فاش نکنید پس اگر نبود که خدا ازاولیاء خود دفاع میکند و برای دوستانش از دشمنانش انتقام میکشد (رشته امامت گسسته میشد) آیا ندیدی که خدا باخاندان برمك چه کرد و خدا چه‌انتقامی برای امام‌کاظم (ع) گرفت ومحققاً بنی‌اشعث در خطر بزرگی بودند وخدابواسطه دوستی آنها باامام کاظم (ع) خطررا ازآنها دفع کرد، شما درعراق بچشم خود کردار این فرعون هارا می‌بینید وملاحظه میکنید خدا چه‌مهلتی بآنهاداده برشما بادبتقوی از برای‌خدا، مبادا دنیاشمارا بفریبد و گول نخورید بوضع کسانیکه خداوند بآن‌ها مهلتی داده، پس گویا کارحکومت بدست شما افتاده است .

شرحـ ازمجلسی ره ـ «اما رأیت من‌صنع الله بآل‌برمك» من گویم دولت وشوکت برمکی‌ها و زوالش درتاریخ معروف‌است وسببش طبق روایت صدوق ره درعیون اینستکه باعث گرفتاری‌امام‌کاظم وزندانی شدن آن‌حضرت دربغداد شدند، گوید هرون‌الرشید میخواست پسرش محمدرا جانشین خود کند ، او چهارده پسرداشت و از میان آنها سه تن را برگزید ، محمد امین که او را ولیعهد اول خودساخت و عبدالله مأمون که ولیعهد بعداز اونمود وقاسم مؤتمن راپس ازمأمون ولیعهدخود ساخت وبرای شهرت وتحکیم این‌کار درسال ١٧٩ قصدحج کرد وهمه فقهاء وعلماء و قراء و امراء کشور اسلامیرا برای شرکت درحج دعوت کرد وخود ازراه مدینه بمکه‌رفت؛ علی‌بن محمدنوفلی گویدسبب سعایت یحیی‌بن خالد ازموسی بن‌جعفر این بود-که هرون‌الرشید پسرش محمدبزاد زبیده‌رابسرپرستی جعفربن محمداشعث واولادش سپرده بود و بریحیی ناگوار بود و میگفت اگر هرون بمیرد کاربدست محمد افتد ودولت من وفرزندانم ازمیان برود واو میدانست جعفربن اشعث‌شیعه‌است وخودراهم مذهب او وانمود کرد واوهم شادشد واسرار خودرا باو گفت وعقیده خودرا درباره موسی‌بن جعفرباو اظهار کرد وچون بمذهب اوواقف شد ازاو نزدرشید سعایت کرد ورشید هم ازنظر خدمتیکه خود جعفر و پدرش بخلافت کرده بودند رعایت اورا میکرد ودرباره او تردیدداشت ویحیی پیوسته ازاوبدمی گفت

﴿ باب ﴾

✡(التزويج بغير بينة)✡

١ ـ عليّ بن إبراهيم، عن أبيه، عن ابن أبي عمير، عن عمر بن أُذينة، عن زرارة بن أعين قال: سئل أبوعبدالله عليه السلام عن الرّجل يتزوّج المرأة بغير شهود فقال: لابأس بتزويج البتّة فيما بينه وبين الله إنّما جعل الشهود في تزويج البتّة من أجل الولد لولا ذلك لم يكن به بأس.

٢ ـ عليّ بن إبراهيم، عن أبيه؛ ومحمّد بن يحيى، عن عبدالله بن محمّد جميعاً، عن ابن أبي عمير، عن هشام بن سالم، عن أبي عبد الله عليه السلام قال: إنّما جعلت البيّنات للنّسب والمواريث؛ وفي رواية أُخرى والحدود.

٣ ـ عليّ بن إبراهيم، عن أبيه؛ ومحمّد بن إسماعيل، عن الفضل بن شاذان، عن ابن أبي عمير، عن حفص بن البختريّ، عن أبي عبدالله عليه السلام في الرّجل يتزوّج بغير بيّنة قال: لابأس.

٤ ـ عدّةٌ من أصحابنا، عن سهل بن زياد، عن داود النّهديّ، عن ابن أبي نجران عن محمّد بن الفضيل قال: قال أبو الحسن موسى عليه السلام لأبي يوسف القاضي: إنّ الله تبارك و تعالى أمر في كتابه بالطلاق وأكّد فيه بشاهدين ولم يرض بهما إلّا عدلين(١) وأمر في كتابه بالتزويج فأهمله بلا شهود فأثبتّم شاهدين فيما أهمل و أبطلتم الشاهدين فيما أكّد.

﴿ باب ﴾

✡(ما احل للنبى صلى الله عليه و آله من النساء)✡

١ ـ عليّ بن إبراهيم، عن أبيه؛ ومحمّد بن يحيى، عن أحمد بن محمّد جميعاً، عن ابن أبي عمير عن حمّاد، عن الحلبيّ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال: سألته عن قول الله عزّوجلّ: «يا أيّها النبيّ إنّا أحللنا لك أزواجك(٢)» قلت: كم أحلّ له من النّساء؟ قال: ماشاء من شيء

(١) فى بعض النسخ [لم يرض بهما الاعدلين].
(٢) الاحزاب: ٥٠.

نفاذ شريعت صـ٢٥ ١٤ ٧٨

تزوّج وكانت بكراً، فان كانت ثيباً فلا يجوز عليها تزويج أبيها إلا بأمرها، وإن كان لها أب وجد فللجد عليها ولاية ما دام أبوها حياً لأنه يملك ولده وما ملك فاذا مات الأب لم يزوّجها الجد إلا باذنها.

١١٩٤ ٥ ـ وروى حنان بن سدير عن مسلم بن بشير عن أبي جعفر عليه السلام قال: سألته عن رجل تزوّج امرأة ولم يُشهِد فقال: اما فيما بينه و بين الله عز وجل فليس عليه شيء، ولكن إن أخذه سلطان جائر عاقبه.

١١٩٥ ٦ ـ وروي عن عبدالحميد بن عواض عن عبدالخالق قال: سألت أبا عبدالله عليه السلام عن المرأة الثيّب تخطب إلى نفسها قال: هي أملك بنفسها تولي أمرها من شاءت إذا كان كفواً بعد أن تكون قد نكحت زوجاً قبل ذلك.

١١٩٦ ٧ ـ وروي عن داود بن سرحان عن أبي عبدالله عليه السلام أنه قال في رجل يريد أن يزوّج أخته قال: يؤامرها فان سكتت فهو إقرارها، فان أبت لم يزوّجها فان قالت: زوجني فلاناً فليزوّجها ممن ترضى، واليتيمة في حجر الرجل لا يزوّجها إلا ممن ترضى.

١١٩٧ ٨ ـ وروى الفضيل بن يسار ومحمد بن مسلم وزرارة وبريد بن معاوية عن أبي جعفر عليه السلام قال: المرأة التي قد ملكت نفسها غير السفيهة ولا المولّى عليها تزويجها بغير ولي جائز.

١١٩٨ ٩ ـ وخطب أبو طالب رحمه الله لما تزوّج النبي صلى الله عليه وآله خديجة بنت خويلد رحمها الله بعد أن خطبها إلى أبيها، ومن الناس من يقول إلى عمها، فأخذ بعضادتي الباب ومن شاهده من قريش حضور فقال: الحمد لله الذي جعلنا

ـ ١١٩٥ ـ الاستبصار ج٣ ص٢٣٣ التهذيب ج٢ ص٢٢١ الكافي ج٢ ص٢٥ بسند آخر في الجميع.
ـ ١١٩٦ ـ الاستبصار ج ٣ ص ٢٣٩ التهذيب ج ٢ ص ٢٢٣ الكافي ج ٢ ص ٢٥.
ـ ١١٩٧ ـ الاستبصار ج ٣ ص ٢٣٢ التهذيب ج ٢ ص ٢٢٠ الكافي ج ٢ ص ٢٥.

نفاذ شريعت صـ٢٦ (٢) ١٥ ٧٩

٧ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن معمر بن خلّاد قال : سألت أبا الحسن الرّضا عليه السلام عن الرجل يتزوّج المرأة متعة فيحملها من بلد إلى بلد ؟ فقال : يجوز النكاح الآخر ولا يجوز هذا (١).

٨ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن نوح بن شعيب ، عن عليّ بن حسّان ، عن عبد الرحمن بن كثير ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : جاءت امرأة إلى عمر فقالت : إنّي زنيت فطهّرني ، فأمر بها أن ترجم فأُخبر بذلك أمير المؤمنين عليه السلام فقال : كيف زنيت ؟ فقالت : مررت بالبادية فأصابني عطش شديد فاستسقيت أعرابياً فأبى أن يسقيني إلّا أن أُمكّنه من نفسي فلمّا أجهدني العطش و خفت على نفسي سقاني فأمكنته من نفسي ، فقال أمير المؤمنين عليه السلام : تزويج وربّ الكعبة (٢).

٩ ـ عليّ ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن عمّار بن مروان ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قلت له : رجل جاء إلى امرأة فسألها أن تزوّجه نفسها فقالت : أُزوّجك نفسي على أن تلتمس منّي ما شئت من نظر أو التماس و تنال منّي ما ينال الرجل من أهله إلّا أنّك لا تدخل فرجك في فرجي وتتلذّذ بما شئت فإنّي أخاف الفضيحة ؟ قال : ليس له إلّا ما اشترط .

١٠ ـ عدّةٌ من أصحابنا ، عن سهل بن زياد ، عن عليّ بن أسباط ؛ ومحمّد بن الحسين جميعاً ، عن الحكم بن مسكين ، عن عمّار قال : قال أبو عبدالله عليه السلام لي ولسليمان بن خالد : قد حرّمت عليكما المتعة من قبلي ما دمتما بالمدينة لأنّكما تكثران الدّخول عليّ فأخاف أن تؤخذا ، فيقال : هؤلاء أصحاب جعفر .

---

(١) ظاهره أنه سأل السائل عن حكم المتعة أجاب عليه السلام بعدم جواز اصل المتعة تقية و حمله الوالد العلامة ـ رحمه الله ـ على أن المعنى أنه يجب على المتمتعة إطاعة زوجها في الخروج من البلد كما كانت تجب في الدائمة . أقول : يحتمل على بعد ان يكون المراد بالنكاح الاخر المتعة اى غير الدائم أى يجوز أصل العقد ولايجوز جبرها على الإخراج عن البلد . (آت)

(٢) محمول على وقوع النكاح بينهما بمهر معين وهو سقاية الماء . (كذا في هامش المطبوع) وفي المرآة لعل المعنى والمراد بهذا الخبر أن الإضطرار يجعل هذا الفعل بحكم التزويج ويخرجه من الزنا و الظاهر ان الكليني حمله على أنها زوجه نفسها متعة بشربة من ماء فذكره في هذا الباب وهو بعيد لانها كانت مزوجة والإلم يستحق الرجم بزعم عمر الّا أن يقال ان هذا ايضاً كان من خطائه لكن الامر سهل لانه باب النوادر .

نفاذ شریعت صلا ۲۶ : ۳۲ ـ ۱۶

آزاد شود وهر کـه دو بار متعه کند چهـار دانـك او از آتش دوزخ آزاد شـود
کـه سه بار متعه کند همه او از آتش دوزخ آزاد شود. ونیز آورده که « قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم
منع مرة امن من سخط الجبار ومن تمتع مرتین حشر مع الابرار ومن تمتع ثلاث مرات
نی فی الجنان» یعنی هر که یکبار متعه کند ایمن شود از خشم خدای قهار وهر که دو بار متعه کند
ورشود با نیکوکاران وهر که سه بار متعه کند مزاحمت ومقارنت وهمنشینی کند با من در روضهٔ
درجه رضوان. وایضاً آورده که «من تمتع مرة کان درجته کدرجة الحسین علیه السلام ومن تمتع مرتین
نه کدرجة الحسن علیه السلام ومن تمتع ثلاث مرات کان درجته کدرجة علی بن ابیطالب علیه السلام ومن
اربع مرات فدرجته کدرجتی» یعنی هر که یکبار متعه کند درجهٔ او چون درجهٔ حسین علیه السلام
وهر که دو بار متعه کند درجهٔ او چون درجهٔ حسن علیه السلام باشد وهر که سه بار متعه کند درجه
ون درجهٔ علی بن ابی طالب علیه السلام باشد وهر که چهار بار متعه کند درجهٔ او مانند درجه من(١)
. وایضاً قال من خرج من الدنیا ولم یتمتع جاء یوم القیمة وهو اجدع» یعنی هر که از دنیا بیرون
ومتعه نکرده باشد روز قیامت گوش و بینی بریده و بدخلقت محشور شود و اینحدیث با حدیث
اگر چه سابقاً مذکور شد اما بجهت تعدد رواة مکرر واقع شد. و از سلمان فارسی ومقداد
ر کندی وعمار یاسر رضی الله عنهم مرویست که گفتند روزی نزد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بودیم که آنحضرت
خاست وخطبهٔ برخواند وآداب حمد وثنای الهی بتقدیم رسانید و نفس نفیس خود را یاد فرموده
خود صلوات داد و بعد از آن بوجه کریم خود بما التفات فرموده گفت بدرستی که برادرم جبرئیل
نزد من آمد و تحفهٔ از نزد پرورد گار بمن آورد وآن تمتع زنان مؤمنه است وپیش از من این
ه را بهیچ پیغمبری ارزانی نداشته ومن شما را بآن امر میکنم پس آن سنت من است در زمان من
بعد از من هر که آنرا قبول کند و بآن عمل کند واحیای آن نماید از من باشد ومن از وی و هر که
خالفت نماید بآنچه بآن امر کرده‌ام بخدای مخالفت کرده وبدانید ای مردمان که از اهل این
ملس کسی باشد که تکذیب آن نماید بجهت بغض او بمن پس من گواهی میدهم که او از اهل دوزخ
ت پس لعنت خدای بر کسی باد که مخالفت من کند در این، هر که انکار آن کند انکار نبوت من

١ـ احادیثی را که شیخ جلیل عظیم الشأن محقق ثانی شیخ علی بن عبدالعالی کرکی اعلی الله مقامه
رسالهٔ متعهٔ خود ذکر فرموده نظر بعظمت سامی ومقام بلند محقق در تحقیق وتدقیق که سید مصطفی تفرشی
رجالش در باره او می‌نویسد : شیخ الطائفة علامة وقته صاحب التحقیق و التدقیق کثیر العلم نقی الکلام
ید التصانیف (الخ) نباید از حیث سند در آنها خدشه کرد وتا معتبر بشمار آورد واز حیث معنی و مضمون
ز نباید استبعاد نمود چنانکه بعض معاصرین حدیث سوم را استبعاد کرده ومعنی آن را مجهول شمرده‌است
را که نظائر این مضمون راجع بکسیکه احیاء کند سنتی از سنن اسلام یا امری از امور اهل بیت رسالت
ا زمانیکه آن سنت وآن امر در شرف مردن واز بین رفتن است در احادیث واخبار فراوانست

نفاذ شریعت صد ۲۹ ـ ۱۲

اليها على وجه يكون منه الولد واوجب عليه التحرز وان كان قد شرط ان لو كان حصل ولد لكان لاحقاً بالحرية حسب ما قدمناه ، ويحتمل ان يكون اراد عليه السلام يضم اليه ولده بالثمن لأن ولده لا يجوز ان يسترق بل يباع عليه ، والذي يدل على ذلك ما رواه:

﴿ ١٠٧٤ ﴾ ٢٦ — الحسين بن سعيد عن الحسن بن محبوب عن جميل بن صالح عن ضريس بن عبد الملك عن ابي عبدالله عليه السلام في الرجل يحل لأخيه جاريته وهي تخرج في حوائجه قال : هي له حلال قلت : ارأيت ان جاءت بولد ما يصنع به ؟ قال : هو لمولى الجارية إلا ان يكون اشترط عليه حين احلها له انها ان جاءت بولد فهو حر، قال: إن كان فعل فهو حر قلت: فيملك ولده؟ قال: ان كان له مال اشتراه بالقيمة .

﴿ ١٠٧٥ ﴾ ٢٧ — محمد بن الحسن الصفار عن ابراهيم بن هاشم عن عبد الرحمن بن حماد عن ابراهيم بن عبد الحميد عن ابي الحسن عليه السلام في امرأة قالت لرجل فرج جاريتي لك حلال فوطئها فولدت ولداً قال: يقوّم الولد عليه بقيمته.

٢٤ — باب تفصيل احكام النكاح

قال الشيخ رحمه الله : ﴿ ومن نكح نكاحاً غبطة ﴾ الى قوله : ﴿ ومن اراد أن يعقد على امرأة متعة فاما الاشهاد والخطبة والاعلان فهو من السنة وان لم يفعل كان جائزاً والعقد ماضياً إلا ان فعله احوط وافضل ﴾

﴿ ١٠٧٦ ﴾ ١ — روى أحمد بن محمد بن عيسى عن الحسين بن سعيد أو غيره عن صفوان عن محمد بن حكيم عن محمد بن مسلم عن ابي جعفر عليه السلام قال: انما جعلت البينة في النكاح من اجل المواريث .

* - ١٠٧٤ - ١٠٧٥ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٠

فتزوج أمها أو ابنتها أو أختها فدخل بها ثم علم فارق الأخيرة والأولى امرأته ولا يقرب امرأته حتى يستبرىء رحم التي فارق ، وإن زنى رجل بامرأة ابنه أو امرأة أبيه أو بجارية ابنه أو بجارية أبيه فان ذلك لا يحرّمها على زوجها ولا يحرّم الجارية على سيدها ، وإنما يحرم ذلك إذا كان ذلك منه بالجارية وهي حلال فلا تحل تلك الجارية أبداً لابنه ولا لأبيه ، وإذا تزوج امرأة تزويجاً حلالاً فلا تحل تلك المرأة لابنه ولا لأبيه .

١٢٥٧ ٤٢ — وروى أبو المعزا عن أبي بصير قال : سألته عن رجل فجر بامرأة ثم أراد بعد ذلك أن يتزوجها فقال : إذا تابت حلت له ، قلت : وكيف تعرف توبتها؟ قال : يدعوها إلى ما كانت عليه من الحرام فان امتنعت فاستغفرت ربها عرف توبتها.

١٢٥٨ ٤٣ — وروى علي بن رئاب عن زرارة عن أبي جعفر عليه السلام قال: سألته عن رجل تزوج امرأة بالعراق ثم خرج إلى الشام فتزوج امرأة أخرى فاذا هي أخت امرأته التي بالعراق قال : يفرّق بينه وبين التي تزوجها بالشام ولا يقرب العراقية حتى تنقضي عدة الشامية ، قلت : فان تزوج امرأة ثم تزوج أمها وهو لا يعلم أنها أمها فقال : قد وضع الله عنه جهالته بذلك ثم قال : إذا علم أنها أمها فلا يقربها ولا يقرب الابنة حتى تنقضي عدة الأم منه ، فاذا انقضت عدة الأم حلّ له نكاح الابنة ، قلت : فان جاءت الأم بولد فقال : هو ولده يرثه ويكون ابنه وأخاً لامرأته .

١٢٥٩ ٤٤ — وروى الحسن بن محبوب عن مالك بن عطية عن أبي عبيدة عن أبي عبدالله عليه السلام في رجل أمر رجلاً أن يزوجه امرأة من أهل البصرة من بني تميم فزوجه

ـ ١٢٥٧ ـ الاستبصار ج ٣ ص ١٦٨ التهذيب ج ٢ ص ٢٠٧ .
ـ ١٢٥٨ ـ الاستبصار ج ٣ ص ١٦٩ التهذيب ج ٢ ص ١٩٥ الكافي ج ٢ ص ٢٧ بيروت
ـ ١٢٥٩ ـ التهذيب ج ٢ ص ٢٤٨ .

ومتى اعطاها المهر ولم يدخل بها رجع عليها بذلك .

﴿ ١٢٨٢ ﴾ ٤٠ — روى أحمد بن محمد بن عيسى عن محمد بن ابي عمير عن ابان بن عثمان وابي المعزا عن ابي بصير قال: سألته عن رجل يتزوج امرأة في عدتها ويعطيها المهر ثم يفرق بينهما قبل ان يدخل بها قال : يرجع عليها بما اعطاها .

ومتى دخل بها وجاءت بولد لأقل من ستة اشهر كان لاحقاً بالزوج الاول ، وان كان لستة اشهر أوما زاد عليه كان لاحقاً بالاخير

﴿ ١٢٨٣ ﴾ ٤١ — روى ذلك محمد بن أحمد بن يحيي عن أحمد بن محمد عن علي بن حديد عن جميل عن بعض اصحابه عن احدهما عليهما السلام في المرأة تزوج في عدتها قال : يفرق بينهما وتعتد عدة واحدة منهما جميعاً ، وان جاءت بولد لستة اشهر أو اكثر فهو للاخير ، وان جاءت بولد لأقل من ستة اشهر فهو للاول .

ومتى تزوجت المرأة في عدتها بجهالة ثم قذفها زوجها بالزنى بما فعلته وجب عليه حد القاذف ، وان كانت عالمة بذلك لم يجب عليه شيء ، ووجب عليها الحد حد الزاني.

﴿ ١٢٨٤ ﴾ ٤٢ — روى محمد بن أحمد بن يحيي عن العباس والهيثم عن الحسن بن محبوب عن ابن رئاب عن علي بن بشير النبال قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام عن رجل تزوج امرأة في عدتها ولم يعلم وكانت هي قد علمت انه بقي من عدتها وانه قذفها بعد علمه بذلك فقال : ان كانت علمت ان الذي صنعت محرّم عليها فقدمت على ذلك فان عليها الحد حد الزاني ، ولا ارى على زوجها حين قذفها شيئاً ، وان فعلت ذلك بجهالة منها ثم قذفها بالزنى ضرب قاذفها الحد وفرق بينهما وتعتد ما بقي من عدتها الاولى وتعتد بعد ذلك عدة كاملة .

قال الشيخ رحمه الله : ﴿ ومن فجر بغلام فأوقبه لم تحل له اخته ولا امه ولا ابنته ابداً ﴾ .

نفاذ شريعت صد ٣٠ ٢٠ ٨٤

نفاذ شريعت صد ٣ ٢١ (حوالہ اگلے صفحہ پر) ٨٥

﴿ ١٢٨٥ ﴾ ٤٣ — روى ذلك محمد بن الحسن الصفار عن ابراهيم بن هاشم عن علي بن اسباط عن موسى بن سعدان عن بعض رجاله قال : كنت عند ابي عبد الله عليه السلام فأتاه رجل فقال له : جعلت فداك ما ترى في شابين كانا مصطحبين فولد لهذا غلام وللآخر جارية أيحل أن يتزوج ابن هذا ابنة هذا ؟ قال : فقال: نعم سبحان الله لم لا يحل له ؟! فقال له: انه كان صديقاً له ، قال فقال: وسبحان اللهوان كان فلا بأس ، قال : انه كان يكون بينهما ما يكون بين الشباب؟قال : لا بأس فقال : انه كان يفعل به قال : فاعرض بوجهه ثم اجابه وهو مستتر بذراعه فقال : ان كان الذي كان منه دون الايقاب فلا بأس أن يتزوج ، وان كان قد اوقب فلا يحل له ان يتزوج .

﴿ ١٢٨٦ ﴾ ٤٤ — محمد بن أحمد بن يحيي عن يعقوب بن يزيد عن ابن ابي عمير عن رجل عن ابي عبدالله عليه السلام في الرجل يعبث بالغلام قال : إذا اوقب حرمت عليه اخته وابنته .

﴿ ١٢٨٧ ﴾ ٤٥ — علي بن الحسن بن فضال عن محمد بن اسماعيل عن حماد بن عيسى عن ابراهيم بن عمر عن ابي عبد الله عليه السلام في رجل لعب بغلام هل تحل له أمه ؟ قال : ان كان ثقب فيه فلا .

قال الشيخ رحمه الله: ﴿ من قذف امرأته بالزنى وهي خرساء او صماء فرق بينهما ولم تحل له ابداً ﴾ .

﴿ ١٢٨٨ ﴾ ٤٦ — روى ذلك الحسن بن محبوب عن هشام بن سالم عن ابي بصير قال : سئل ابو عبد الله عليه السلام عن رجل قذف امرأته بالزنى وهي خرساء أو صماء لا تسمع ما قال فقال : ان كان لها بينة تشهد لها عند الامام جلده الحد وفرق

* - ١٢٨٥ - ١٢٨٦ - ١٢٨٧ - الكافي ج ٢ ص ٣٢

مولى بني اسد من أهل الكوفة قالت ان (موسى بن جعفر) لم يمت ولم يحبس وانه حي غائب وانه القائم المهدى فى وقت غيبته استخلف على الامر (محمد ابن بشير) وجعله وصيه وأعطاه خاتمه وعلمه جميع ما يحتاج اليه رعيته وفوض اليه اموره وأقامه مقام نفسه فمحمد بن بشير الإمام بعده وان محمد ابن بشير لما توفى أوصى الى ابنه (سميع بن محمد بن بشير) فهو الإمام ومن اوصى اليه (سميع) فهو الامام المفترض الطاعة على الامة الى وقت خروج موسى وظهوره فما يلزم الناس من حقوقه فى اموالهم وغير ذلك مما يتقربون به الى الله عز وجل فالفرض عليهم اداؤه الى هؤلاء الى قيام القائم وزعموا ان على بن موسى ومن ادعى الإمامة من ولد موسى بعده فغير طيب الولادة ونفوهم عن أنسابهم وكفروهم فى دعواهم الإمامة وكفروا القائلين بامامتهم واستحلوا دماءهم وأموالهم وزعموا ان الفرض من الله عليهم إقامة الصلوات الخمس وصوم شهر رمضان وانكروا الزكاة والحج وسائر الفرائض وقالوا باباحة المحارم من الفروج والغلمان ، واعتلوا فى ذلك بقول الله عز وجل - أو يزوجهم ذكراناً واناثاً - (٤٢ : ٥٠) وقالوا بالتناسخ وان الأئمة عندهم واحد إنما هم منتقلون من بدن الى بدن ، والمواساة بينهم واجبة فى كل ما ملكوه من مال وكل شيء أوصى به رجل منهم فى سبيل الله فهو لسميع بن محمد وأوصيائه من بعده ، ومذاهبهم مذاهب الغالية المفوضة فى التفويض .

- اسوء قتلة بعد ان عذب بانواع العذاب : انظر تفصيل عقائده فى رجال الكشى ص ٢٩٧ - ٣٠٠ وفى منهج المقال ص ٢٨٦ وفى غيرهما من كتب الرجال : وفى الفرق بين الفرق وغيره جعل البشرية اتباع بشر بن المعتمر الذى تقدم فراجع

قلت : جعلت فداك لم لا يجامع المختضب ؟ قال : لأنه محتصر .

﴿ ١٦٥٥ ﴾ ٢٧ — محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم عن أبيه عن القاسم ابن محمد الجوهري عن اسحاق بن ابراهيم عن ابي أيوب عن ابي راشد عن أبيه قال : سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول : لا يجامع الرجل امرأته ولا جاريته وفي البيت صبي ، فان ذلك مما يورث الزنى .

﴿ ١٦٥٦ ﴾ ٢٨ — الحسين بن سعيد عن الحسن عن زرعة عن سماعة قال : سألته عن الرجل ينظر في فرج المرأة وهو يجامعها ؟ قال : لا بأس به إلا انه يورث العمى في الولد .

﴿ ١٦٥٧ ﴾ ٢٩ — أحمد بن محمد بن عيسى عن علي بن اسباط عن محمد ابن حمران عن عبد الله بن ابي يعفور قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الرجل يأتي المرأة في دبرها قال : لا بأس إذا رضيت ، قلت : فاين قول الله عز وجل : ﴿ فاتوهن من حيث أمركم الله ﴾ (١) ؟ قال : هذا في طلب الولد فاطلبوا الولد من حيث امركم الله ان الله تعالى يقول : ﴿ نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم ﴾ (٢) .

﴿ ١٦٥٨ ﴾ ٣٠ — الحسين بن سعيد عن ابن ابي عمير عن حفص بن سوقة عمن اخبره قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام عن رجل يأتي اهله من خلفها ؟ قال : هو احد المأتيين فيه الغسل .

﴿ ١٦٥٩ ﴾ ٣١ — أحمد بن عيسى عن موسى بن عبد الملك والحسين بن

---

(١) سورة البقرة الآية : ٢٢٢
(٢) سورة البقرة الآية : ٢٢٣
- ١٦٥٥ - الكافي ج ٢ ص ٥٨
- ١٦٥٧ - الاستبصار ج ٣ ص ٢٤٢
- ١٦٥٨ - ١٦٥٩ - الاستبصار ج ٣ ص ٢٤٣

علي بن يقطين وموسى بن عبد الملك عن رجل قال : سألت ابا الحسن الرضا عليه السلام عن اتيان الرجل المرأة من خلفها فقال : احلتها آية من كتاب الله عز وجل قول لوط : ﴿ هؤلاء بناتي هن اطهر لكم ﴾ (١) وقد علم انهم لا يريدون الفرج .

﴿ ١٦٦٠ ﴾ ٣٢ — وعنه عن معمر بن خلاد قال : قال ابو الحسن عليه السلام : أي شيء يقولون في اتيان النساء في اعجازهن ؟ قلت : انه بلغني ان اهل المدينة لا يرون به باساً فقال : ان اليهود كانت تقول إذا اتى الرجل المرأة في خلفها خرج الولد احول فأنزل الله عز وجل : ﴿ نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم ﴾ من خلف أو قدام خلافاً لقول اليهود ولم يعن في ادبارهن .

﴿ ١٦٦١ ﴾ ٣٣ — وعنه عن ابن فضال عن الحسن بن الجهم عن حماد ابن عثمان قال : سألت ابا عبدالله عليه السلام او اخبرني من سأله عن رجل يأتي المرأة في ذلك الموضع وفي البيت جماعة فقال لي : ورفع صوته قال رسول الله صلى الله عليه وآله : من كلف مملوكه ما لا يطيق فليبعه ثم نظر في وجوه اهل البيت ثم اصغى إلي فقال : لا بأس به .

﴿ ١٦٦٢ ﴾ ٣٤ — وعنه عن معاوية بن حكيم عن أحمد بن محمد عن حماد ابن عثمان عن عبد الله بن ابي يعفور قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الرجل يأتي المرأة في دبرها قال : لا بأس به .

﴿ ١٦٦٣ ﴾ ٣٥ — وعنه عن علي بن الحكم قال : سمعت صفوان يقول : قلت للرضا عليه السلام : ان رجلا من مواليك أمرني ان اسألك عن مسألة فهابك واستحى منك أن يسألك قال : ما هي قال : قلت الرجل يأتي امرأته في دبرها ؟ قال :

---

(١) سورة هود الآية : ٨٧
- ١٦٦٠ - الاستبصار ج ٣ ص ٢٤٤
- ١٦٦١ - ١٦٦٢ - ١٦٦٣ - الاستبصار ج ٣ ص ٢٤٣ واخرج الثالث الكليني في الكافي ج ٢ ص ٦٩

﴿ ١٨٤٠ ﴾ ٤٨ — وعنه عن أحمد بن محمد عن الحسن عن الحسين اخيه عن ابيه علي بن يقطين عن ابي الحسن الماضي عليه السلام انه سئل عن المملوك أيحل له ان يطأ الامة من غير تزويج إذا احل له مولاه ؟ قال : لا يحل له .

﴿ ١٨٤١ ﴾ ٤٩ — وعنه عن معاوية بن حكيم عن معمر بن خلاد عن الرضا عليه السلام انه قال : أي شيء يقولون في اتيان النساء في اعجازهن ؟ فقلت له : بلغني ان اهل الكتاب لا يرون بذلك بأساً فقال : ان اليهود كانت تقول : إذا أتى الرجل المرأة من خلفها خرج الولد أحول فانزل الله تعالى : ﴿ نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم ﴾ قال : من قُبل ومن دبر خلافاً لقول اليهود ولم يعن في ادبارهن .

وهذا الخبر قد قدمناه وليس فيه تناف لجواز ما قدمناه في هذه المسألة ، لأنه انما تضمن ان تأويل الآية على ما ذكر ، وليس فيه ان من فعل الفعل المخصوص فقد ارتكب محظوراً والذي يكشف عن جواز ذلك ايضاً ما رواه :

﴿ ١٨٤٢ ﴾ ٥٠ — محمد بن أحمد بن يحيى عن ابي اسحق عن عثمان بن عيسى عن يونس بن عمار قال : قلت لأبي عبد الله عليه السلام : أو لأبي الحسن عليه السلام : اني ربما أتيت الجارية من خلفها يعني دبرها ونذرت فجعلت على نفسي ان عدتُ الى امرأة هكذا فعليَّ صدقة درهم وقد ثقل ذلك علي قال : ليس عليك شيء وذلك لك .

﴿ ١٨٤٣ ﴾ ٥١ — وعنه عن أحمد بن محمد عن علي بن الحكم عن رجل عن ابي عبد الله عليه السلام قال : إذا أتى الرجل المرأة في الدبر وهي صائمة لم ينقض صومها وليس عليها غسل .

* — ١٨٤٠ — الاستبصار ج ٣ ص ١٣٧
— ١٨٤١ — ١٨٤٢ — الاستبصار ج ٣ ص ٢٤٤ بتفاوت في الاول وقد تقدم الاول بتسلسل ١٦٦٠

اباعبد الله عليه السلام عن الرجل يصيب ثوبه منيا ولم يعلم انه احتلم قال ليغسل ما وجد بثوبه وليتوضأ فلا ينافي الخبرين الاولين لان الوجه في الجمع بينهما ان الثوب الذي لا يشاركه في استعماله غيره متى وجد عليه منيا وجب عليه الغسل واعادة الصلوة ان كان قد صلى لجواز ان يكون قد نسي الاحتلام فاما ما يشاركه فيه غيره فلا يوجب عليه الغسل الا اذا تيقن الاحتلام

باب الرجل يجامع المرأة فيما دون الفرج فينزل هو دونها اخبرني الحسين بن عبيد الله عن احمد بن محمد بن يحيى عن ابيه عن محمد بن علي بن محبوب عن ابن ابي عمير عن حماد عن الحلبي قال سئل ابو عبد الله عليه السلام عن الرجل يصيب المرأة فيما دون الفرج اعليها غسل ان هو انزل ولم تنزل هي قال ليس عليها غسل وان لم ينزل هو فليس عليه غسل احمد بن محمد عن البرقي رفعه قال اذا اتى الرجل المرأة في دبرها فلم ينزل فلا غسل عليهما وان انزل فعليه الغسل ولا غسل عليها محمد بن علي بن محبوب عن احمد بن محمد عن الحسن بن محبوب عن العلاء بن رزين عن محمد بن مسلم قال قلت لابي جعفر عليه السلام كيف جعل على المرأة اذا رأت في النوم ان الرجل يجامعها في فرجها الغسل ولم يجعل عليها الغسل اذا جامعها دون الفرج في اليقظة فامنت قال لانها رأت في منامها ان الرجل يجامعها في فرجها فوجب عليها الغسل والآخر انما جامعها دون الفرج فلم يجب عليها الغسل لانه لم يدخله ولو كان ادخله في اليقظة وجب عليها الغسل امنت او لم تمن فاما ما رواه الحسين بن سعيد عن ابن ابي عمير عن حفص بن سوقة عمن اخبره قال سألت اباعبد الله عليه السلام عن الرجل يأتي اهله من خلفها قال هو احد المأتيين فيه الغسل فلا ينافي الاخبار الاولة لان هذا الخبر مرسل مقطوع مع انه خبر واحد وما هذا حكمه لا يعارض به الاخبار المسندة مع انه يمكن ان يكون مورده التقية لانه موافق لمذاهب العامة ولان الذمة برية من وجوب الغسل فلا يعلق عليها وجوب الغسل الا بدليل يوجب العلم وهذا الخبر من اخبار الاحاد التي لا يوجب العلم ولا العمل فلا يجب العمل به

باب الجنب يمس الدراهم عليها اسم الله تع اخبرني الشيخ رحمه الله عن احمد بن محمد عن ابيه عن محمد بن يحيى واحمد بن ادريس جميعا عن محمد بن احمد بن يحيى عن احمد بن الحسن بن علي بن فضال عن عمرو بن سعيد المدائني عن مصدق بن صدقة عن عمار بن موسى عن ابي عبد الله عليه السلام قال لا يمس الجنب درهما ولا دينارا عليه اسم الله تعالى فاما ما رواه محمد بن علي بن محبوب عن محمد بن الحسين وعلي بن السندي عن صفوان بن يحيى عن اسحق بن عمار عن ابي ابراهيم عليه السلام قال سألته عن الجنب والطامث يمسان بايديهما الدراهم البيض قال لا بأس فلا ينافي الخبر الاول لانه لا يمتنع ان يكون انما اجاز له اذا لم يكن عليها اسم الله تع وان كانت بيضا وفي الاول نهى عن مسها اذا كان عليها شيء من ذلك ويلعب ان الجنب لا يمس المصحف اخبرني الشيخ رحمه الله عن احمد بن محمد عن ابيه عن الحسين بن الحسن بن ابان عن الحسين بن سعيد عن حماد عن حريز عمن اخبره عن ابي عبد الله

٣٧ — وروى طلحة بن زيد عن جعفر بن محمد عن أبيه عليه السلام قال : قرأت في كتاب علي عليه السلام إن الرجل إذا تزوج المرأة فزنى قبل أن يدخل بها لم تحل له لأنه زان ويفرّق بينهما ويعطيها نصف المهر .

٣٨ — وفي رواية إسماعيل بن أبي زياد عن جعفر بن محمد عن أبيه عليهما السلام قال قال علي عليه السلام في المرأة إذا زنت قبل أن يدخل بها زوجها قال : يفرق بينهما ولا صداق لها لأن الحدث من قبلها .

٣٩ — وفي رواية الحسن بن محبوب عن الفضل بن يونس قال : سألت أبا الحسن موسى عليه السلام عن رجل تزوج امرأة فلم يدخل بها فزنت قال : يفرّق بينهما وتحدّ الحد ولا صداق لها .

٤٠ — وروى الحسن بن محبوب عن عبد الله بن سنان قال قلت لأبي عبد الله عليه السلام : الرجل يصيب من أخت امرأته حراماً أيحرّم ذلك عليه امرأته ؟ فقال : إن الحرام لا يفسد الحلال والحلال يصلح به الحرام .

٤١ — وفي رواية موسى بن بكر عن زرارة بن أعين عن أبي جعفر عليه السلام قال : سئل عن رجل كانت عنده امرأة فزنى بأمها أو بابنتها أو بأختها فقال : ما حرّم حرام قط حلالاً ، امرأته له حلال ، وقال : لا بأس إذا زنى رجل بامرأة أن يتزوّج بها بعد ، وضرب مثل ذلك مثل رجل سرق من تمر نخلة ثم اشتراها بعد ، ولا بأس أن يتزوجها بعد أمها وابنتها وأختها ، وإن كانت تحته المرأة

ـ ١٢٥٣ ـ التهذيب ج ٢ ص ٢٥٠ الكافي ج ٢ ص ٧٨ .
ـ ١٢٥٤ ـ التهذيب ج ٢ ص ٢٥٠ .
ـ ١٢٥٦ ـ الاستبصار ج ٣ ص ١٥٥ التهذيب ج ٢ ص ١٩٤ الكافي ج ٢ ص ٣٣ وفي الجميع ... وهو قوله (وإن زنى رجل بامرأة الخ) .

عليه السلام عن المحرم يتزوّج ؟ قال : لا ولا يزوّج المحرم المحل

١٢ ١٩ — وفي خبر آخر : إن زوّج أو تزوّج فنكاحه باطل .

١٢ ٢٠ — وروى الحسن بن محبوب عن عبدالله بن سنان عن أبي عبدالله عليه السلام في الرجل تكون عنده الجارية يجرّدها وينظر إلى جسمها نظر شهوة هل تحل لأبيه ؟ وإن فعل أبوه هل تحل لابنه ؟ قال : إذا نظر اليها نظر شهوة ونظر منها إلى ما يحرم على غيره لم تحل لابنه وإن فعل ذلك الابن لم تحل للأب .

١٢ ٢١ — وروى الحسن بن محبوب عن علي بن رئاب عن أبي عبيدة الحذاء قال : سمعت أبا عبد الله عليه السلام يقول : لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها ولا على أختها من الرضاعة . قال وقال عليه السلام : إن علياً عليه السلام ذكر لرسول الله صلى الله عليه وآله ابنة حمزة فقال : أما علمت أنها ابنة أخي من الرضاعة ، وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وحمزة قد رضعا من ابن امرأة .

١٢ ٢٢ — وروى الحسن بن محبوب عن مالك بن عطية عن أبي عبدالله عليه السلام قال : لا تتزوّج المرأة على خالتها وتزوّج الخالة على ابنة أختها .

١٢٣ ٢٣ — وفي رواية محمد بن مسلم عن أبي جعفر عليه السلام قال : لا تنكح ابنة الأخ ولا ابنة الأخت على عمتها ولا على خالتها إلا باذنهما ، وتنكح العمة والخالة على ابنة الأخ وابنة الأخت بغير إذنهما .

١٢٣ ٢٤ — وسأل عبدالله بن سنان أبا عبدالله عليه السلام عن الرجل يريد أن يتزوّج المرأة أينظر إلى شعرها ؟ قال : نعم إنما يريد أن يشتريها بأغلا الثمن .

ـ ١٢٣٥ ـ الاستبصار ج ٣ ص ٢١٢ التهذيب ج ٢ ص ٣٠٨ .
ـ ١٢٣٦ ـ الاستبصار ج ٣ ص ١٧٨ التهذيب ج ٢ ص ١٩٧ الكافي ج ٢ ص ١٣٥ وفي ... والأخير صدر الحديث فقط .
ـ ١٢٣٨ ـ الكافي ج ٢ ص ٣٥ بتفاوت يسير .
ـ ١٢٣٩ ـ التهذيب ج ٢ ص ٢٣٥ الكافي ج ٢ ص ١٦ بسند آخر .

ضريس بن عبد الملك قال : لا بأس بأن يحل الرجل جاريته لأخيه .

﴿ ١٠٥٤ ﴾ ٦ — وعنه عن جعفر بن محمد بن حكيم عن كرام بن عمرو عن محمد بن مسلم عن ابى جعفر عليه السلام قال : قلت له : الرجل يحل لأخيه فرج جاريته؟ قال : نعم لا بأس به له ما احل له منها .

﴿ ١٠٥٥ ﴾ ٧ — وعنه عن محمد بن عبدالله عن ابن ابى عمير عن هشام بن سالم عن محمد بن مضارب قال : قال لي ابو عبد الله عليه السلام: يامحمد خذ هذه الجارية تخدمك وتصيب منها فاذا خرجت فارددها الينا .

﴿ ١٠٥٦ ﴾ ٨ — محمد بن يعقوب عن عدة من أصحابنا عن سهل بن زياد ومحمد بن يحيي عن أحمد بن محمد وعلي بن ابراهيم عن أبيه جميعاً عن ابن محبوب عن ابن رئاب عن ابى بصير قال: سألت ابا عبدالله عليه السلام عن امرأة احلت لابنها فرج جاريتها قال: هو له حلال ، قلت أفيحل له ثمنها ؟ قال : لا انما يحل له ما أحلت له.

﴿ ١٠٥٧ ﴾ ٩ — وعنه عن عدة من اصحابنا عن سهل بن زياد عن أحمد ابن محمد بن ابي نصر عن عبد الكريم عن ابي عبد الله عليه السلام قال : قلت له : الرجل يحل لأخيه فرج جاريته ؟ قال : نعم له ما احل له منها .

﴿ ١٠٥٨ ﴾ ١٠ — وعنه عن محمد بن يحيي عن أحمد بن محمد عن محمد بن اسماعيل بن بزيع قال : سألت ابا الحسن عليه السلام عن امرأة احلت لي جاريتها فقال : ذلك لك ، قلت : فان كانت تمزح ؟ فقال : كيف لك بما في قلبها ؟ ! فان علمت انها تمزح فلا

---

* - ١٠٥٤ - ١٠٥٥ - الاستبصار ج ٣ ص ١٣٦ الكافي ج١ ص ٤٩
- ١٠٥٦ - ١٠٥٧ - ١٠٥٨ - الاستبصار ج ٣ ص ١٣٦ الكافي ج ٢ ص ٤٨ واخرج الثالث الصدوق في الفقيه ج ٣ ص ٢٨٩

نفاذ شریعت صد ٢٣-٢٢ ٣٠

عن الحسن عن الحسين اخيه عن أبيه علي بن يقطين عن ابى الحسن الماضي عليه السلام انه سئل عن المملوك يحل له ان يطأ الأمة من غير تزويج إذا احل له مولاه؟ قال: لا يحل له.

وينبغي ان يراعى في هذا الضرب من النكاح لفظة التحليل ولا يسوغ فيه لفظة العارية ، يدل على ذلك ما رواه :

﴿ ١٠٦٣ ﴾ ١٥ — محمد بن يعقوب عن علي عن أبيه عن ابن ابي عمير قال: اخبرني قاسم بن عروة عن ابى العباس البقباق قال: سأل رجل اباعبدالله عليه السلام ونحن عنده عن عارية الفرج فقال : حرام ، ثم مكث قليلا ثم قال : لكن لا بأس بأن يحل الرجل جاريته لأخيه .

ومتى جعل الرجل اخاه في حل من شيء من مملوكته مثل النظر أو الخدمة أو القبلة أو الملامسة فلا يحل له غير ما احل له ، ومتى احل له فرجها حل له ما سواه ، يدل على ذلك ما رواه :

﴿ ١٠٦٤ ﴾ ١٦ — محمد بن يعقوب عن محمد بن يحيي عن أحمد بن محمد وعلي بن ابراهيم عن أبيه جميعاً عن ابن محبوب عن جميل بن صالح عن الفضيل بن يسار قال : قلت لأبي عبد الله عليه السلام : جعلت فداك ان بعض اصحابنا قد روى عنك انك قلت إذا أحل الرجل لأخيه جاريته فهي له حلال ؟ قال: نعم يا فضيل ، قلت له: ما تقول في رجل عنده جارية نفيسة وهي بكر أحل لأخيه ما دون فرجها أله ان يقتضها قال : لا ليس له إلا ما احل له منها ، ولو احل له قبلة منها لم يحل له سوى ذلك .قلت: ارأيت ان احل له ما دون الفرج فغلبته الشهوة فاقتضها ؟ قال : لا ينبغي له ذلك ، قلت : فان فعل أيكون زانياً ؟ قال : لا ولكن يكون خائناً ويغرم لصاحبها عشر قيمتها

---

* - ١٠٦٣ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٠ الكافي ج ٢ ص ٤٩
- ١٠٦٤ - الكافي ج ٢ ص ٤٨ الفقيه ج ٣ ص ٢٨٩

نفاذ شریعت صد ٢٤-٢٣ ٣١

مهر معلوم الى اجل معلوم .

والاحوط أن يشترط على المرأة جميع شرائط المتعة من ارتفاع الميراث والعزل ان اراد والعدة وغير ذلك ، يدل على ذلك ما رواه :

﴿ ١١٣٦ ﴾ ٦١ — محمد بن أحمد بن يحيى عن العباس بن معروف عن صفوان عن القاسم بن محمد عن جبير ابي سعيد المكفوف عن الأحول قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام قلت : ما أدنى ما يتزوج به الرجل المتعة ؟ قال : كف من بُر يقول لها زوجيني نفسك متعة على كتاب الله وسنة نبيه نكاحاً غير سفاح على ان لا ارثك ولا ترثيني ولا اطلب ولدك الى اجل مسمى فان بدالي زدتك وزدتني .

﴿ ١١٣٧ ﴾ ٦٢ — محمد بن يعقوب عن علي ابن ابراهيم عن ابيه عن ابن ابي نصر عن ثعلبة قال : تقول اتزوجك متعة على كتاب الله وسنة نبيه نكاحاً غير سفاح على ان لا ترثيني ولا ارثك كذا وكذا يوماً بكذا وكذا وعلى أن عليك العدة.

﴿ ١١٣٨ ﴾ ٦٣ — وعنه عن محمد بن يحيى عن محمد بن الحسين وعدة من اصحابنا عن أحمد بن محمد عن عثمان بن عيسى عن سماعة عن ابي بصير قال : لابد ان تقول فيه هذه الشروط اتزوجك متعة كذا وكذا يوماً بكذا وكذا نكاحاً غير سفاح على كتاب الله وسنة نبيه على ان لا ترثيني ولا ارثك وعلى ان تعتدي خمسة واربعين يوماً ، وقال بعضهم : حيضة .

وشروط النكاح تكون بعد العقد لأن ما يكون قبل العقد لا اعتبار به وانما الاعتبار بما يحصل بعده فان قبلت الشرط الذي وقع قبل العقد مضى العقد والشرط وإلا فكان ما تقدم من الشروط باطلا والعقد غير صحيح ، يدل على ذلك ما رواه :

﴿ ١١٣٩ ﴾ ٦٤ — محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم عن ابيه عن محمد

* - ١١٣٧ - ١١٣٨ - الكافي ج ٢ ص ٤٤

امرأة بغير اذنها ؟ قال : لا بأس به .

﴿ ١١١٥ ﴾ ٤٠ — وعنه عن علي بن الحكم عن سيف بن عميرة عن داود ابن فرقد عن ابي عبد الله عليه السلام قال : سألته عن الرجل يتزوج بأمة بغير اذن مواليها ؟ فقال : ان كانت لامرأة فنعم وان كانت لرجل فلا .

﴿ ١١١٦ ﴾ ٤١ — محمد بن يعقوب عن محمد بن يحيى عن أحمد بن محمد عن علي بن الحكم عن سيف بن عميرة عن ابي عبد الله عليه السلام قال : لا بأس بان يتمتع الرجل بأمة المرأة ، فاما أمة الرجل فلا يتمتع بها إلا بامره .

ولا بأس بان يتمتع الرجل متعة ما شاء لأنهن بمنزلة الاماء ، وليس ذلك مثل نكاح الغبطة الذي لا يجوز فيه العقد على اكثر من اربع نساء .

﴿ ١١١٧ ﴾ ٤٢ — روى محمد بن يعقوب عن الحسين بن محمد عن أحمد ابن اسحاق الاشعري عن بكر بن محمد الازدي قال : سألت ابا الحسن عليه السلام عن المتعة أهي من الاربع ؟ قال : لا .

﴿ ١١١٨ ﴾ ٤٣ — وعنه عن محمد بن يحيى عن أحمد بن محمد عن ابن محبوب عن ابن رئاب عن زرارة بن اعين قال : قلت ما يحل من المتعة ؟ قال : كم شئت .

﴿ ١١١٩ ﴾ ٤٤ — وعنه عن الحسين بن محمد عن معلى بن محمد عن الحسن بن علي عن حماد بن عثمان عن ابي بصير قال : سئل ابو عبد الله عليه السلام عن المتعة أهي من الاربع ؟ فقال : لا ولا من السبعين .

﴿ ١١٢٠ ﴾ ٤٥ — وعنه عن الحسين بن محمد عن أحمد بن اسحاق عن

* - ١١١٤ - ١١١٥ - ١١١٦ - الاستبصار ج ٣ ص ٢١٩ واخرج الأخيرين الكليني في الكافي ج ٢ ص ٤٧

- ١١١٧ - ١١١٨ - ١١١٩ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٧ الكافي ج ٢ ص ٤٣ واخرج الثالث الصدوق في الفقيه ج ٣ ص ٢٩٤

سعدان بن مسلم عن عبيد بن زرارة عن ابيه عن ابي عبد الله عليه السلام قال : ذكر له المتعة أهي من الاربع ؟ قال : تزوج منهن الفاً فانهن مستاجرات .

(١١٢١) ٤٦ — محمد بن أحمد بن يحيى عن العباس بن معروف عن القاسم بن عروة عن عبد الحميد الطائي عن محمد بن مسلم عن ابى جعفر عليه السلام في المتعة قال : ليست من الاربع لأنها لا تطلق ولا ترث ، وانما هي مستأجرة وقال: عدتها خمسة واربعون ليلة .

(١١٢٢) ٤٧ — فاما الذي رواه الصفار عن معاوية بن حكيم عن علي ابن الحسن بن رباط عن عبدالله بن مسكان عن عمار الساباطي عن ابى عبدالله عليه السلام عن المتعة قال : هي احد الاربعة

(١١٢٣) ٤٨ — وما رواه أحمد بن محمد بن ابي نصر عن ابى الحسن عليه السلام قال : سألته عن الرجل يكون عنده المرأة ايحل له ان يتزوج باختها متعة ؟ قال : لا قلت حكى زرارة عن ابى جعفر عليه السلام انما هي مثل الاماء يتزوج ما شاء قال : لا هي من الاربع .

فليس هذان الخبران منافيين لما قدمناه من الاخبار ، لأن هذين الخبرين انما وردا مورد الاحتياط دون الحظر ، والذي يكشف عما ذكرناه ما رواه :

(١١٢٤) ٤٩ — أحمد بن محمد بن ابي نصر عن ابى الحسن الرضا عليه السلام قال : قال ابو جعفر عليه السلام : اجعلوهن من الاربع فقال له صفوان بن يحيى: على الاحتياط ؟ قال : نعم .

* - ١١٢٠ - ١١٢١ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٧ الكافى ج ٢ ص ٤٣ والثاني بدون الذيل فيه .
- ١١٢٢ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٧
- ١١٢٣ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٨

قدمناه ان يكون يوماً أو ليلة بحسب ما يختاره .

وقد روي إذا شرط دفعة أو دفعتين فانه ينصرف بوجهه عنها عند الفراغ منها .

(١١٤٩) ٧٤ — روى ذلك محمد بن يعقوب عن عدة من اصحابنا عن سهل بن زياد عن ابن فضال عن القاسم بن محمد عن رجل سماه قال: سألت اباعبدالله عليه السلام عن الرجل يتزوج المرأة على عود واحد قال : لا بأس ولكن إذا فرغ فليحول وجهه ولا ينظر .

ومتى تمتع بالمرأة شهراً غير معين كان العقد باطلا ، يدل على ذلك ما رواه :

(١١٥٠) ٧٥ — أحمد بن محمد عن بعض رجاله عن عمر بن عبدالعزيز عن عيسى بن سليمان عن بكار بن كردم قال : قلت لأبي عبد الله عليه السلام : الرجل يلقى المرأة فيقول لها : زوجيني نفسك شهراً ولا يسمي الشهر بعينه ثم يمضي فيلقاها بعد سنين قال : فقال له : شهره ان كان سماه وان لم يكن سمى فلا سبيل له عليها .

ومتى عقد عليها متعة على مرة واحدة مبهماً كان العقد دائماً ، يدل على ذلك ما رواه :

(١١٥١) ٧٦ — محمد بن أحمد بن يحيى عن محمد بن الحسين عن موسى ابن سعدان عن عبد الله بن القاسم عن هشام بن سالم الجواليقي قال : قلت لأبي عبدالله عليه السلام : اتزوج المرأة متعة مرة مبهمة قال فقال : ذلك اشد عليك ترثها وترثك - ولا يجوز لك أن تطلقها إلا على طهر وشاهدين ، قلت : اصلحك الله فكيف اتزوجها ؟ قال : اياماً معدودة بشيء مسمى مقدار ما تراضيتم به فاذا مضت ايامها كان طلاقها في شرطها ولا نفقة ولا عدة لها عليك ، قلت : ما اقول لها ؟ قال : تقول لها اتزوجك

- ١١٤٩ - الاستبصار ج ٣ ص ١٥١ الكافى ج ٢ ص ٤٦
- ١١٥٠ - الكافى ج ٢ ص ٤٧ الفقيه ج ٣ ص ٢٩٧
- ١١٥١ - الاستبصار ج ٣ ص ١٥٢

﴿ ١١٠٣ ﴾ ٢٨ — روى أحمد بن محمد بن عيسى عن الحسن بن علي ابن فضال عن بعض اصحابنا عن ابي عبدالله عليه السلام قال: لا بأس أن يتمتع الرجل باليهودية والنصرانية وعنده حرة.

﴿ ١١٠٤ ﴾ ٢٩ — وعنه عن محمد بن سنان عن ابان بن عثمان عن زرارة قال: سمعته يقول: لا بأس بان يتزوج اليهودية والنصرانية متعة وعنده امرأة.

﴿ ١١٠٥ ﴾ ٣٠ — وعنه عن اسماعيل بن سعد الاشعري قال: سألته عن الرجل يتمتع من اليهودية والنصرانية قال: لا ارى بذلك بأساً قال: قلت بالمجوسية؟ قال: واما المجوسية فلا.

قوله عليه السلام: واما المجوسية فلا. ورد مورد الكراهية، وعند التمكن من غيرها، فاما في حال الاضطرار فليس به بأس روى ذلك:

﴿ ١١٠٦ ﴾ ٣١ — أحمد بن محمد بن عيسى عن محمد بن سنان عن الرضا عليه السلام قال: سألته عن نكاح اليهودية والنصرانية؟ فقال: لا بأس فقلت: فمجوسية؟ فقال: لا بأس به يعني متعة.

﴿ ١١٠٧ ﴾ ٣٢ — وعنه عن ابي عبدالله البرقي عن ابن سنان عن منصور الصيقل عن ابي عبد الله عليه السلام قال: لا بأس بالرجل ان يتمتع بالمجوسية.

﴿ ١١٠٨ ﴾ ٣٣ — وعنه عن البرقي عن فضيل بن عبد ربه عن حماد بن عيسى عن بعض اصحابنا عن ابي عبد الله عليه السلام مثله.

والتمتع بالمؤمنة افضل على كل حال روى ذلك:

﴿ ١١٠٩ ﴾ ٣٤ — أحمد بن محمد بن عيسى عن معاوية بن حكيم عن

* - ١١٠٢ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٦ الكافي ج ٢ ص ٤٦ الفقيه ج ٣ ص ٢٩٣
-١١٠٣-١١٠٤-١١٠٥-١١٠٦-١١٠٧-١١٠٨- الاستبصار ج ٣ ص ١٤٤

﴿ ١٠٨٩ ﴾ ١٤ — واما ما رواه أحمد بن محمد عن ابي الحسن عن بعض اصحابنا يرفعه الى ابي عبد الله عليه السلام قال: لا تتمتع بالمؤمنة فتذلها.

فهذا حديث مقطوع الاسناد شاذ، ويحتمل ان يكون المراد به إذا كانت المرأة من اهل بيت الشرف فانه لا يجوز التمتع بها لما يلحق اهلها من العار ويلحقها هي من الذل ويكون ذلك مكروهاً دون ان يكون محظوراً.

وقد رويت رخصة في التمتع بالفاجرة إلا انه يمنعها من الفجور.

﴿ ١٠٩٠ ﴾ ١٥ — روى محمد بن أحمد بن يحيى عن أحمد بن محمد عن علي ابن حديد عن جميل عن زرارة قال: سأل عمار وانا عنده عن الرجل يتزوج الفاجرة متعة قال: لا بأس وان كان التزويج الآخر فليحصن بابه.

﴿ ١٠٩١ ﴾ ١٦ — عنه عن سعدان عن علي بن يقطين قال: قلت لأبي الحسن عليه السلام: نساء اهل المدينة قال: فواسق قلت: فأتزوج منهن؟ قال: نعم.

ومتى اراد الرجل تزويج المتعة فليس عليه التفتيش عنها بل يصدقها في قولها.

﴿ ١٠٩٢ ﴾ ١٧ — روى محمد بن أحمد بن يحيى عن علي بن السندي عن عثمان بن عيسى عن اسحاق بن عمار عن فضل مولى محمد بن راشد عن ابي عبد الله عليه السلام قال: قلت اني تزوجت امرأة متعة فوقع في نفسي أن لها زوجاً ففتشت عن ذلك فوجدت لها زوجاً قال: ولم فتشت؟!

﴿ ١٠٩٣ ﴾ ١٨ — وعنه عن أيوب بن نوح عن مهران بن محمد عن بعض اصحابنا عن ابي عبد الله عليه السلام قال: قيل له ان فلاناً تزوج امرأة متعة فقيل له ان لها زوجاً فسألها فقال ابو عبد الله عليه السلام: ولم سألها؟

﴿ ١٠٩٤ ﴾ ١٩ — وعنه عن الهيثم بن ابي مسروق النهدي عن أحمد بن

* - ١٠٨٩ - ١٠٩٠ - ١٠٩١ - الاستبصار ج ٣ ص ١٤٣

٢ ـ عليُّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن بعض أصحابه ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قال رسول الله صلى الله عليه وآله : شارب الخمر لايزوَّج إذا خطب .

٣ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن الحسن بن محبوب ، عن خالد بن جرير ، عن أبي الرَّبيع ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قال رسول الله صلى الله عليه وآله : من شرب الخمر بعد ما حرَّمها الله على لساني فليس بأهل أن يزوَّج إذا خطب .

﴿باب﴾

☆(مناكحة النصاب والشكاك)☆

١ ـ عدَّةٌ من أصحابنا ، عن سهل بن زياد ، عن أحمد بن محمّد بن أبي نصر ، عن عبد الكريم بن عمرو ، عن أبي بصير ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : تزوَّجوا في الشكّاك ولا تزوَّجوهم لأنَّ المرأة تأخذ من أدب زوجها ويقهرها على دينه .

٢ ـ أبو عليّ الأشعريُّ ، عن محمّد بن عبدالجبّار ، عن صفوان بن يحيى ، عن عبدالله بن مسكان ، عن يحيى الحلبيِّ ، عن عبدالحميد الطّائي ، عن زرارة بن أعين قال : قلت لأبي عبدالله عليه السلام : أتزوَّج بمرجئة أو حروريّة ؟ قال : لا ، عليك بالبله من النساء ؛ قال زرارة : فقلت : والله ماهي إلّا مؤمنة أو كافرة فقال أبو عبدالله عليه السلام : وأين أهل ثنوى الله عزَّ وجلَّ(١) قول الله عزَّ وجلَّ أصدق من قولك : « إلّا المستضعفين من الرِّجال والنّساء والولدان لايستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلاً »(٢).

٣ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن ابن محبوب ، عن جميل بن صالح ، عن فضيل ابن يسار ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : لايتزوَّج المؤمن النّاصبة المعروفة بذلك .

٤ ـ محمّد بن إسماعيل ، عن الفضل بن شاذان ، عن ابن أبي عمير ، عن ربعيّ ، عن الفضيل ابن يسار ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قال له الفضيل : أتزوَّج النّاصبة ؟ قال : لا ولا كرامة ، قلت : جعلت فداك والله إنّي لأقول لك هذا ولو جاءني ببيت ملآن دراهم ما فعلت .

(١) الثنوى ـ بفتح الثاء ، والثنيا ـ بالضم ـ اسم من الاستثناء و المراد أين من استثناه الله عزوجل بقوله «الا المستضعفين من الرجال والنساء» .
(٢) النساء : ١٠١ .

٥ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن عليّ بن الحكم ، عن موسى بن بكر ، عن زرارة بن أعين ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : تزوَّجوا في الشكّاك ولا تزوَّجوهم فإنَّ المرأة تأخذ من أدب زوجها ويقهرها على دينه .

٦ ـ أحمد بن محمّد ، عن ابن فضّال ، عن عليّ بن يعقوب ، عن مروان بن مسلم ، عن الحسين بن موسى الحنّاط ، عن الفضيل بن يسار قال : قلت لأبي عبدالله عليه السلام : إنَّ لامرأتي اُختاً عارفة على رأينا وليس على رأينا بالبصرة إلّا قليل فأُزوِّجها ممّن لايرى رأيها ؟ قال : لا ولا نعمة [ولا كرامة] إنَّ الله عزَّ وجلَّ يقول : «فلا ترجعوهنَّ إلى الكفّار لاهنَّ حلٌّ لهم ولاهم يحلّون لهنَّ»(١).

٧ ـ عليُّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن جميل بن درّاج ، عن زرارة قال : قلت لأبي جعفر عليه السلام : إنّي أخشى أن لايحلَّ لي أن أتزوَّج من لم يكن على أمري فقال : مايمنعك من البله من النّساء ؟ قلت : وما البله ؟ قال : هنَّ المستضعفات من اللّاتي لا ينصبن ولايعرفن ما أنتم عليه .

٨ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن عبد الرَّحمن بن أبي نجران ، عن عبدالله بن سنان قال : سألت أبا عبدالله عليه السلام عن النّاصب الّذي قد عرف نصبه وعداوته هل نزوِّجه المؤمنة(٢) وهو قادر على ردِّه وهو لايعلم بردِّه ؟(٣) قال : لايزوَّج المؤمن النّاصبة ولا يتزوَّج النّاصب المؤمنة ولا يتزوَّج المستضعف مؤمنة .

٩ ـ أحمد بن محمّد ، عن الحسن بن عليّ بن فضّال ، عن يونس بن يعقوب ، عن حمران ابن أعين قال : كان بعض أهله يريد التزويج فلم يجد امرأة مسلمة موافقة فذكرت ذلك لأبي عبدالله عليه السلام فقال : أين أنت من البله الّذين لايعرفون شيئاً .

١٠ ـ الحسين بن محمّد ، عن معلّى بن محمّد ، عن حسن بن عليّ الوشّاء ، عن جميل ، عن زرارة ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : قلت له : أصلحك الله إنّي أخاف أن لايحلَّ لي أن أتزوَّج ـ يعني ممّن لم يكن على أمره ـ قال : وما يمنعك من البله من النّساء ؟ وقال : هنَّ

(١) الممتحنة : ١٠ .
(٢) في بعض النسخ على صيغة الغيبة اي هل يزوجه الولي ويحتمل أن يكون فاعله الضمير الراجع الى الموصول فيقرأ قدعرف على البناء للفاعل . (آت) (٣) اي لايعلم بعدم ارتضائه له .

المستضعفات اللاّتي لاينصبن ولايعرفن ما أنتم عليه .

١١ ـ حميد بن زياد ، عن الحسن بن محمّد ، عن غير واحد ، عن أبان بن عثمان ، عن الفضيل بن يسار قال : سألت أباعبدالله عليه السلام عن نكاح النّاصب فقال : لاوالله مايحلّ ، قال فضيل : ثمّ سألته مرّة اُخرى فقلت : جعلت فداك ماتقول في نكاحهم ؟ قال : والمرأة عارفة ؟ قلت : عارفة ، قال : إنّ العارفة لاتوضع إلاّ عند عارف .

١٢ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن ابن فضّال ، عن ابن بكير ، عن زرارة ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : قلت : ماتقول في مناكحة النّاس فإنّي قد بلغت ماترى وماتزوّجت قطّ ؟ قال : ومايمنعك من ذلك ؟ قلت : ما يمنعني إلاّ أنّي أخشى أن لايكون يحلّ لي مناكحتهم فماتأمرني ؟ قال : كيف تصنع وأنت شابّ أتصبر ؟ قلت : أتّخذ الجواري قال : فهات الآن فبم تستحلّ الجواري أخبرني ؟ فقلت إنّ الأمة ليست بمنزلة الحرّة إن رابتني الأمة بشيء بعتها أو اعتزلتها ، قال : حدّثني فبم تستحلّها ؟ قال : فلم يكن عندي جواب ، قلت : جعلت فداك أخبرني ماترى أتزوّج ؟ قال : ماأُبالي أن تفعل قال : قلت : أرأيت قولك : «ماأُبالي أن تفعل» فإنّ ذلك على وجهين تقول لست أُبالي أن تأثم أنت من غير أن آمرك فما تأمرني أفعل ذلك عن أمرك ؟ قال : فإنّ رسول الله صلّى الله عليه وآله قد تزوّج وكان من امرأة نوح وامرأة لوط ماقصّ الله عزّوجلّ وقد قال الله تعالى : «ضرب الله مثلاً للّذين كفروا امرأة نوح ولمرأة لوط كانتا تحت عبدين من عبادنا صالحين فخانتاهما[1]» فقلت : إنّ رسول الله صلّى الله عليه وآله لست في ذلك مثل منزلته إنّما هي تحت يديه و هي مقرّة بحكمه مظهرة دينه ، أما و الله ماعنى بذلك إلاّ في قول الله عزّوجلّ : «فخانتاهما» ماعنى بذلك إلاّ[2] وقد زوّج رسول الله صلّى الله عليه وآله فلاناً ، قلت : أصلحك الله فما تأمرني أنطلق فأتزوّج بأمرك فقال : إن كنت فاعلاً فعليك بالبلهاء من النّساء ، قلت : وما البلهاء ؟ قال : ذوات الخدور العفايف ، فقلت : من هو على دين سالم أبي حفص ، فقال : لا ، فقلت : من هو على دين ربيعة الرّأي ؟ قال : لاولكنّ العواتق اللاّتي

(١) التحريم : ١١ .

(٢) المستثنى محذوف تقديره الا الفاحشة ·والخيانة كما رواه المؤلف فى المجلد الثانى من الكتاب ص٤٠٦ باب الضلال الحديث الثانى .

لاينصبن ولايعرفن ماتعرفون .[1]

١٣ ـ أحمد بن محمّد ، عن ابن فضّال ، عن ابن بكير ، عن زرارة ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : كانت تحته امرأة من ثقيف وله منها ابن يقال له : إبراهيم فدخلت عليها مولاة لثقيف فقالت لها : من زوجك هذا ؟ قالت : محمّد بن عليّ قالت : فإنّ لذلك أصحاباً بالكوفة قوم يشتمون السّلف ويقولون ... قال : فخلّى سبيلها قال : فرأيته بعد ذلك قد استبان عليه و تضعضع من جسمه شيء قال : فقلت له : قد استبان عليك فراقها ، قال : وقد رأيت ذاك ؟ قال : قلت : نعم .

١٤ ـ أحمد بن محمّد ، عن ابن فضّال ، عن ابن بكير ، عن زرارة ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : دخل رجلٌ على عليّ بن الحسين عليهما السلام فقال : إنّ امرأتك الشّيبانيّة خارجيّة تشتم عليّاً عليه السلام فإن سرّك أن أسمعك منها ذاك أسمعتك ؟ قال : نعم قال : فإذا كان غداً حين تريد أن تخرج كما كنت تخرج فعد فاكمن[2] في جانب الدّار ، قال : فلمّا كان من الغد كمن في جانب الدّار فجاء الرّجل فكلّمها فتبيّن منها ذلك فخلّى سبيلها وكانت تعجبه .

١٥ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن محمّد بن أبي عمير ، عن عبدالله بن سنان ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : سأله أبي وأنا أسمع عن نكاح اليهوديّة والنّصرانية فقال : نكاحهما أحبّ إليّ من نكاح النّاصبيّة ، وما اُحبّ للرّجل المسلم أن يتزوّج اليهوديّة ولا النّصرانيّة مخافة أن يتهوّد ولده أو يتنصّر .

١٦ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن عليّ بن أبي حمزة ، عن أبي بصير ، عن أبي عبدالله عليه السلام أنّه قال : تزوّج اليهوديّة و النّصرانيّة أفضل ـ أوقال : خير ـ من تزوّج النّاصب و النّاصبية .

(١) الظاهر أنه سالم بن ابى حفصة وقال فى التنقيح : فى القسم الثانى من الخلاصة سالم بن ابى حفصة لعنه الصادق عليه السلام وكذبه وكفره انتهى . وفى القسم الثانى من رجال أبى داود سالم بن أبى حفصة من اصحاب الباقر زيدى بترى كان يكذب على ابى جعفر عليه السلام لعنه الصادق عليه السلام . وربيعة الرأى رجل عامى انتهى . و العواتق جمع عاتقة اى شابة .

(٢) كمن كمونا من باب قعد : توارى واستخفى . (المصباح)

١٢٢٣ ٨ — وروى الحسن بن محبوب عن العلا بن رزين عن محمد بن مسلم عن أبي جعفر عليه السلام قال : سألته عن الرجل المسلم يتزوّج المجوسية ؟ فقال : لا ولكن إن كانت له أمة مجوسية فلا بأس أن يطأها ويعزل عنها ولا يطلب ولدها

١٢٢٤ ٩ — وروى الحسن بن محبوب عن سليمان الحمّار عن أبي عبد الله عليه السلام قال : لا ينبغي للرجل المسلم منكم أن يتزوّج الناصبية ، ولا يزوج ابنته ناصباً ولا يطرحها عنده .

قال مصنف هذا الكتاب ـ رحمه الله ـ من نصب حرباً لآل محمد صلوات الله عليهم فلا نصيب له في الاسلام فلهذا حرم نكاحهم .

١٢٢٥ ١٠ — وقال النبي صلى الله عليه وآله : صنفان من أمتي لا نصيب لهم في الاسلام الناصب لأهل بيتي حرباً وغال في الدين مارق منه .

ومن استحل لعن أمير المؤمنين عليه السلام والخروج على المسلمين وقتلهم حرمت مناكحته لأن فيها الالقاء بالأيدي إلى التهلكة ، والجهال يتوهمون أن كل مخالف ناصب وليس كذلك .

١٢٢٦ ١١ — وروى صفوان عن زرارة عن أبي عبد الله عليه السلام قال : تزوّجوا في الشكاك ولا تزوجوهم لأن المرأة تأخذ من أدب زوجها ويقهرها على دينه .

١٢٢٧ ١٢ — وروى الحسن بن محبوب عن يونس بن يعقوب عن حمران بن أعين وكان بعض أهله يريد التزويج فلم يجد امرأة يرضاها فذكر ذلك لأبي عبد الله عليه السلام فقال : أين أنت من البلها واللواتي لا يعرفن شيئاً ؟ قلت إنا نقول : إن الناس على وجهين كافر ومؤمن فقال : فأين الذين خلطوا عملاً صالحاً وآخر سيئاً !؟

ـ ١٢٢٣ ـ التهذيب ج ٢ ص ٣٠٨ الكافي ج ٢ ص ١٤ بدون الذيل
ـ ١٢٢٦ ـ الاستبصار ج ٣ ص ١٨٤ التهذيب ج ٢ ص ٢٠٠ الكافي ج ٢ ص ١١ ،
ـ ١٢٢٧ ـ الكافي ج ٢ ص ١١ بدون قوله (قلت إنا نقول) الخ

عدتها فان اسلمت أو اسلم قبل انقضاء عدتها فهما على نكاحهما الاول ، وان هي لم تسلم حتى تنقضي العدة فقد بانت منه

والذي يدل على انه متى كان بشرائط الذمة لا تبين منه وان انقضت عدتها مارواه :

﴿ ١٢٥٩ ﴾ ١٧ — محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم عن أبيه عن ابن ابي عمير عن بعض اصحابه عن محمد بن مسلم عن ابي جعفر عليه السلام قال : ان أهل الكتاب وجميع من له ذمة إذا اسلم احد الزوجين فهما على نكاحهما وليس له ان يخرجها من دار الاسلام الى غيرها ولا يبيت معها ولكنه يأتيها بالنهار ، واما المشركون مثل مشركي العرب وغيرهم فهم على نكاحهم الى انقضاء العدة فان اسلمت المراة ثم اسلم الرجل قبل انقضاء عدتها فهي امرأته ، وان لم يسلم إلا بعد انقضاء العدة فقد بانت منه ولا سبيل له عليها ، وكذلك جميع من لا ذمة له ، ولا ينبغي المسلم ان يتزوج يهودية ولا نصرانية وهو يجد حرة أو امة

قال الشيخ رحمه الله ولا يجوز نكاح الناصبية المظهرة لعداوة آل محمد عليهم السلام ولا بأس بنكاح المستضعفات منهن .

يدل على ذلك ما ثبت من كون هؤلاء كفاراً بادلة ليس هذا موضع شرحها ، وإذا ثبت كفرهم فلا تجوز مناكحتهم حسب ما قدمناه ، ويزيد ذلك بياناً ما رواه :

﴿ ١٢٦٠ ﴾ ١٨ — علي بن الحسن بن فضال عن الحسن بن محبوب عن جميل بن صالح عن الفضيل بن يسار عن ابي عبد الله عليه السلام قال : لا يتزوج المؤمن بالناصبية المعروفة بذلك .

﴿ ١٢٦١ ﴾ ١٩ — الحسين بن سعيد عن النضر بن سويد عن عبد الله

* - ١٢٥٩ - الاستبصار ج ٣ ص ١٨٣ الكافي ج ٢ ص ١٤
- ١٢٦٠ - ١٢٦١ - الاستبصار ج ٣ ص ١٨٣ الكافي ج ٢ ص ١١

ابن سنان قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام عن الناصب الذي عرف نصبه وعداوته هل يزوجه المؤمن وهو قادر على رده وهو لا يعلم برده قال : لا يتزوج المؤمن الناصبية ولا يتزوج الناصب مؤمنة ولا يتزوج المستضعف مؤمنة .

﴿ ١٢٦٢ ﴾ ٢٠ — محمد بن يعقوب عن عدة من اصحابنا عن أحمد بن محمد عن ابن فضال عن ابن بكير عن زرارة عن ابي جعفر عليه السلام قال : دخل رجل على علي بن الحسين عليهما السلام فقال : ان امرأتك الشيبانية خارجية تشتم علياً عليه السلام فان سرك ان أسمعك ذلك منها اسمعتك ؟ فقال : نعم قال : فاذا كان غداً حين تريد أن تخرج كما كنت تخرج فعد واكمن في جانب الدار قال : فلما كان من الغد كمن في جانب الدار وجاء الرجل فكلمها فتبين ذلك منها فخلى سبيلها وكانت تعجبه .

﴿ ١٢٦٣ ﴾ ٢١ — علي بن الحسن بن فضال عن محمد بن علي عن ابي جميلة عن سندي عن الفضيل بن يسار قال سألت ابا جعفر عليه السلام عن المرأة العارفة هل ازوجها الناصب ؟ قال : لا لأن الناصب كافر قال : فأزوجها الرجل غير الناصب ولا العارف ؟ فقال : غيره احب إلي منه .

﴿ ١٢٦٤ ﴾ ٢٢ — وعنه عن أحمد بن الحسن عن ابيه عن علي بن الحسن بن رباط عن ابن اذينة عن فضيل بن يسار عن ابي جعفر عليه السلام قال : ذكر الناصب فقال : لا تناكحهم ولا تأكل ذبيحتهم ولا تسكن معهم .

﴿ ١٢٦٥ ﴾ ٢٣ — فاما الذي رواه الحسين بن سعيد عن النضر بن سويد عن عبد الله بن سنان قال : سألت ابا عبد الله عليه السلام بم يكون الرجل مسلماً يحل مناكحته وموارثته وبم يحرم دمه؟ فقال: يحرم دمه بالاسلام إذا أظهر ويحل مناكحته وموارثته.

* - ١٢٦٢ - الاستبصار ج ٣ ص ١٨٣ الكافي ج ٢ ص ١٢
- ١٢٦٣ - ١٢٦٤ - ١٢٦٥ - الاستبصار ج ٣ ص ١٨٤

نفاذ شریعت صد ٣٨ ٤٤

نعكس (١) ... او امته ، (ويجوز للمسلم التزويج متعة واستدامة) ... على ... اسلامه (٢) (كما مر (٣) بالكافرة) الكتابية ومنها المجوسية ، وكان عليه (٤) ان يقيدها ، ولعله (٥) اكتفى بالتشبيه بما مر

(وهل يجوز للمؤمنة التزويج بالمخالف) من اي فرق الاسلام كان ولو من الشيعة غير الامامية (قولان) :

احدهما - وعليه المعظم - المنع ، لقول النبي صلى الله عليه وآله وسلم : « المؤمنون بعضهم اكفاء بعض (٦) » دل بمفهومه (٧) على أن غير المؤمن لا يكون كفوا المؤمنة ، وقوله صلى الله عليه وآله وسلم : « اذا جاءكم من ترضون خلقه ودينه فزوجوه إن لا تفعلوه تكن فتنة في الارض

ب تغتسل من غسالة الحمام وفيها تجتمع غسالة اليهودي ، والنصراني ، والمجوسي ، والناصب لنا أهل البيت فهو شرهم ، فإن الله تبارك وتعالى لم يخلق خلقاً أنجس من الكلب ، وأن الناصب لنا أهل البيت لأنجس منه) الوسائل ، كتاب الطهارة الباب الحادي عشر من أبواب الماء المضاف والمستعمل ، الحديث

(١) وهو زويج المؤمن بالناصبية .

(٢) قيد لاستدامة النكاح ، بمعنى أن الزوج إذا كان كافراً ثم أسلم فلا يبطل نكاحه .

(٣) في المسألة الحادية عشرة ص ٢٢٨ .

(٤) أي على المصنف رحمه الله أن يقيد الكافرة بالكتابية لعدم جواز التزويج بالكافرة مطلقاً في الدوام والمتعة .

(٥) أي المصنف رحمه الله اكتفى بما ذكره في المسألة الحادية عشرة ص٢٢٨.

(٦) الوسائل كتاب النكاح باب ٢٣ من أبواب مقدمات النكاح وآدابه الحديث ٢ .

(٧) أي بمفهوم اللقب .

نفاذ شریعت صد ٣٨ ٤٥

وفساد كبير والمؤمن لا يرضى دين غيره (١) »، وقول الصادق عليه الصلاة والسلام : « إن العارفة لا توضع الا عند عارف (٢) » ، وفي معناها أخبار (٣) كثيرة واضحة الدلالة على المنع لو صح سندها ، وفي بعضها تعليل ذلك (٤) بأن المرأة تأخذ من ادب زوجها ويقهرها على دينه

والثاني الجواز على كراهية ، اختاره المفيد والمحقق ابن سعيد ، إما لأن الايمان هو الاسلام ، أو لضعف الدليل الدال على اشتراط الايمان ، فإن الأخبار (٥) بين مرسل ، وضعيف ، ومجهول . ولا شك أن الاحتياط المطلوب في النكاح المترتب علية مهام الدين مع تظافر الأخبار (٦) بالنهي ... المعتضد اليه حتى ادعى بعضهم الاجماع عليه يرجح القول الاول (٧) ... اقتصار المصنف على حكاية القولين (٨) ،

(١) الوسائل كتاب النكاح باب ٢٨ من أبواب مقدمات النكاح ... الحديث ١ - ٢ الوسائل كتاب النكاح

(٢) ... ب ١٠ من أبواب مايحرم بالكفر ونحوه الحديث ٥

(٣) الوسائل كتاب النكاح باب ١١ من أبواب ما يحرم ... الحديث ٢ - ٦ - ١١ ... الأحاديث

(٤) اي علل المنع من تزويج المؤمنة بالمخالف

(٥) المشار اليها في الهامش رقم ١ - ٢ - ٣

(٦) المشار اليها في الهامش رقم ١ - ٢ - ٣

(٧) وهو عدم جواز تزويج المؤمنة بالمخالف .

(٨) وهما : القول بالمنع . والقول بالجواز . أي اقتصار المصنف رحمه الله على هذين القولين يشعر بما نبهنا عليه وهو (الاحتياط المطلوب في النكاح) ... الأخبار الكثيرة على ذلك . وقد أشير اليها في الهامش رقم ١ - ٢ - ٣

ومن دعوى الاجماع على نهي تزويج المؤمنة بالمخالف وان لم يتحقق الاجماع

نفاذ شريعت ص [redacted] ٣٨ و ٣٩ [redacted] ٤٦

والحق المنع مطلقاً (١) ؛ ووجوب النفقة على السيد ، ولا تبين المرأة إلا بالطلاق .

(الرابعة عشر : الكفاءة) بالفتح والمد ، وهي تساوي الزوجين في الاسلام والايمان ، إلا أن يكون المؤمن هو الزوج ، والزوجة مسلمة من غير الفرق المحكوم بكفرها (٢) مطلقاً (٣) ، او كتابية في غير الدائم .

وقيل : يعتبر مع ذلك (٤) يسار الزوج بالنفقة قوة ، أو فعلا .

وقيل : يكتفى بالاسلام . والاشهر الاول (٥) ، وكيف فسرت (٦) فهي (٧) (معتبرة في النكاح ، فلا يجوز للمسلمة) مطلقاً (٨) (التزويج بالكافر) وهو موضع وفاق .

(ولا يجوز للناصب التزويج بالمؤمنة) ، لأن الناصبي شر من اليهودي والنصراني على ما روي في أخبار (٩) اهل البيت عليهم السلام ، وكذا

(١) سواء كان العبد الآبق زوجاً لأمة سيده ام لغيره .

(٢) كالخوارج والنواصب والغلاة والمجسمة ومن خرج عن الاسلام بفعل أو قول ، اوغير ذلك .

(٣) سواء كان العقد دائماً أم متعة .

(٤) أي مع الكفاءة .

(٥) وهو اعتبار الايمان في الزوج اذا كانت الزوجة مؤمنة .

(٦) أي الكفاءة بأي نحو فسرت ، سواء قلنا ، بأنها عبارة عن تساوي الزوجين في الاسلام فقط أم في الاسلام والايمان ، مع اليسار أم بغيره .

(٧) أي الكفاءة .

(٨) مؤمنة كانت أم غيرها ، كان العقد دائماً أم متعة .

(٩) اليك نص الحديث :

عن عبد الله عن أبي يعفور عن أبي عبد الله عليه السلام قال : (واياك أن =

نفاذ شريعت ص ٣٩/٣٨ [redacted] ٤٧

بعض ... لان ماء الرجل اذا تخلف منه البنت ... يكون ... كاوصاف الرجال وهذا لا يكون مطلوبا في البنت ليكن [illegible]
هذا النسل وطلب الولد والتحصن من الزنا والنظر الى الاجانب حتى يكون ... الثواب الآجل ويحصل له التلذذ العاجل ولا يكون طمع نظره
هنا الشهوة فانه من افعال البهائم بل ... [illegible] ... صفور ... العصفور ... سليمان
[illegible] ... غير ... الله ولد ... الارض الا ... الله ... سليمان ... ملك سليمان
... اهتم الشارع بامر النطفة ... الرجال ... لو فعل هذا كان الواجب عليه والمستحب ان يدفع الى الزوج
... وكذا الزوجة لو فعلت مثل ... النطفة ... الرحم ... عشرين دينارا ولو افزع ...
... ماء ... خارج الرحم ... عشرون دينارا ... وكذا لو كان هو الرجل فلا ... الدية للآخر
... النطفة ... العلقة ... اربعون دينارا ... المضغة ... اللحم ... ستون دينارا ...
... العظم ... ثمانون دينارا ... الروح ... مائة دينار ... اذا كان الجنين ...
... لا يبلغ الشخص ... ولا ينقص ... عن ... سنين ... ابي بصير ...
الروح دية كاملة للذكر ونصفها للانثى ... ميتا ... بطنها ... ذكرا او انثى يكون على الجاني نصف الدية
... الذهب الف دينار والفضة عشرة آلاف درهم ... في زمن النبي صلى الله عليه وآله كل دينار قيمته عشرة دراهم لكن
هذه الاوقات ... قيمة الذهب ... عشرين درهما ... بحسب ... التفاوت تفاوتت الديات تفاوتا كثيرا
... بعض الاصحاب ان ... الدراهم ... الدية اذا كانت ... الفضة ...
... الاجر ... الاصحاب ان الحد يسقط للذنب ... حقوق الله سبحانه
... وشرب المسكر ... الاصحاب ... جواز العزل في مواضع منها المستمتع بها ومنها الامة ومنها الزوجة
... الزوجة السليطة ومنها الزوجة البذية ومنها الزوجة الناشزة ... العلة ظاهرة لا يحتاج الى البيان فاذا اراد الجماع
... بسم الله الرحمن الرحيم ... لا يشاركه الشيطان في ذلك الولد ... المقاربة اللهم ان قضيت لي منها ولدا فاجعله
... سويا ولا تجعل للشيطان فيه شركا ولا نصيبا قال الراوي قلت له عليه السلام كيف يكون شرك الشيطان فقال لي ان الرجل اذا
... وجلس مجلسا حضره الشيطان فان هو ذكر اسم الله تنحى الشيطان عنه وان فعل ولم يسم ادخل الشيطان ذكره فكان العمل منهما جميعا
والنطفة واحدة قلت فبأي شيء يعرف هذا ... محبنا ومبغضنا ومن هذا ... ان اكثر المخالفين ... المذهب ... الشيطان
... الاخبار ... الصدوق ... باسناده الى علي عليه السلام ... جالسا عند الكعبة فاذا شيخ ... فقال يا رسول الله ادع
... بالمغفرة فقال النبي صلى الله عليه وآله خاب سعيك يا شيخ وضل عملك فلما ولى الشيخ ... فقال ذلك اللعين ابليس
قال علي عليه السلام فعدوت خلفه حتى لحقته وصرعته الى الارض وجلست على صدره ووضعت يدي على حلقه لاخنقه فقال لا تفعل
يا ابا الحسن فاني من المنظرين الى يوم الوقت المعلوم والله يا علي اني لاحبك جدا وما ابغضك احد الا شركت اباه في امه فصار ولد
... فضحكت وخليت سبيله ولعلك تقول انا نجد المخالفين يزعمون انهم لا يبغضون عليا ... وقد روي عن رسول الله صلى الله عليه
وآله ان علامة بغض علي تقديم غيره وتفضيله عليه كل المخالفين قد قالوا بهذا وما احسن قول علي عليه السلام ... قال له رجل يا علي
... المبشر ... اللهم ارزقني ولدا واجعله تقيا زكيا ليس في
خلقه زيادة ولا نقصان واجعل عاقبته الى خير ... عن الباقر عليه السلام اذا انزل الماء فليقل اللهم لا تجعل للشيطان فيما رزقتني
... وينبغي المبادرة الى تزويج البنات ... فانهن كما قال عليه السلام كالثمار تفسد بعد ادراكها اذا لم تقطف فان ...
... الرجل ... بنته الا عند ... وكانوا يكرهون الاستعجال في كل الامور الا في امور منها المبادرة بتزويج البنت و
منها المبادرة بالتوبة بعد الذنب

نور في كون الاولاد في الظهور وبعض احوالهم

اعلم ان من قدر الله في صلبه
... لابد ان يوجد ... ذلك العالم ... الكليني باسناده الى الصادق عليه السلام قال
... الآية واذ اخذ ربك من بني آدم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا
بلى ... الميثاق ... خارج وان كان على صخرة صماء ولكن ... ذلك الرجل ... لا يفرغ منه فلا فائدة ... الولد

باب استعمال فضل وضوء الحائض والجنب وسورهما

اخبرني احمد بن عبدون عن علي بن محمد بن الزبير عن علي بن الحسن بن فضال عن ايوب بن نوح عن محمد بن ابي حمزة عن علي بن يقطين عن ابي الحسن عليه السلام في الرجل يتوضأ بفضل الحائض قال اذا كانت مأمونة فلا بأس وبهذا الاسناد عن علي بن الحسن عن عبد الرحمن بن ابي نجران عن صفوان بن يحيى عن عيص بن القسم قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن سؤر الحائض قال لا توضأ منه وتوضأ من سؤر الجنب اذا كانت مأمونة وتغسل يديها قبل ان تدخلهما الاناء وقد كان رسول الله صلى الله عليه وآله يغتسل هو وعائشة في اناء واحد ويغتسلان جميعا فاما ما رواه علي بن الحسن عن ايوب بن نوح عن صفوان بن يحيى عن منصور بن حازم عن عنبسة بن مصعب عن ابي عبد الله عليه السلام قال سؤر الحائض يشرب منه ولا يتوضأ وعنه عن معاوية بن حكيم عن عبد الله بن المغيرة عن الحسن بن ابي العلا عن ابي عبد الله عليه السلام في الحائض تشرب من سؤرها ولا يتوضأ منه وعنه عن علي بن اسباط عن عمه يعقوب بن سالم الاحمر عن ابي بصير عن ابي عبد الله عليه السلام قال سألته هل يتوضأ من فضل وضوء الحائض قال لا فالوجه في هذه الاخبار ما فصل في الاخبار الاولة وهو انه اذا لم تكن المرأة مأمونة فانه لا يجوز التوضي بسؤرها ويجوز ان يكون المراد بها ضربا من الاستحباب والذي يدل على ذلك ما اخبرني به احمد بن عبدون عن علي بن محمد بن الزبير عن علي بن الحسن بن فضال عن العباس بن عامر عن حجاج الخشاب عن ابي هلال قال قال ابو عبد الله عليه السلام المرأة الطامث اشرب من فضل شرابها ولا احب ان اتوضأ منه

باب استعمال اسآر الكفار

اخبرني الشيخ رحمه الله قال اخبرني جعفر بن محمد بن قولويه عن محمد بن يعقوب عن علي بن ابراهيم عن ابيه عن عبد الله بن المغيرة عن سعيد الاعرج قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن سؤر اليهودي والنصراني فقال لا وبهذا الاسناد عن محمد بن يعقوب عن احمد بن ادريس عن محمد بن احمد بن يحيى عن ايوب بن نوح عن الوشاء عمن ذكره عن ابي عبد الله عليه السلام انه كره سؤر ولد الزنا واليهودي والنصراني والمشرك وكل من خالف الاسلام وكان اشد ذلك عنده سؤر الناصب فاما ما رواه سعد بن عبد الله عن احمد بن الحسن بن علي بن فضال عن عمرو بن سعيد المدائني عن مصدق بن صدقة عن عمار بن موسى الساباطي عن ابي عبد الله عليه السلام قال سألته عن الرجل هل يتوضأ من كوز او اناء غيره اذا شرب فيه على انه يهودي فقال نعم فقلت من ذلك الماء الذي يشرب منه قال نعم فالوجه في هذا الخبر انه على

اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری طلب کرتے ہو۔ ابن ادریسؒ نے کتاب سرائر میں
مسائل محمد بن علی بن عیسیٰؒ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت امام علی نقیؑ کی خدمت
عریضہ لکھا کہ آیا ہم ناصبی کے جاننے اور پہچاننے میں اس سے زیادہ کے محتاج ہیں
حضرت امیر المومنینؑ پر ابوبکر و عمر کو مقدم جانے اور ان دونوں کی امامت کا اعتقاد
رکھے۔ حضرت نے جواب میں مرقوم فرمایا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو وہ ناصبی ہے

ابن بابویہؒ نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا
کی رات جبکہ مجھے بالائے آسمان لیگئے حق تعالیٰ نے علیؑ، فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے باب میں
وحی نازل کی اور فرمایا اے محمدؐ اگر کوئی بندہ اس قدر میری عبادت کرے کہ مشک کی
طرح ہو جائے بعد اسکے میرے پاس آئے درحالیکہ اونکی امامت و ولایت کا
کا انکار کرتا ہو۔ پس اس کو اپنے بہشت میں ساکن نہ کروں گا اور اپنے عرش کے
نیچے جگہ نہ دونگا۔ تفسیر حضرت امام عسکریؑ میں اس آیت کی تفسیر میں مرقوم ہے
من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحاب النار ہم
فیہا خالدون یعنی ہاں جو کوئی کسی گناہ کو کسب کرے اور اسکی خطا اس کا احاطہ
کرے پس یہ لوگ اصحاب جہنم ہیں اور ہمیشہ اس میں رہینگے۔ حضرت نے فرمایا
کہ اس کا احاطہ کرے وہ ایسا ہے کہ دین سے اوس کو خارج اور ہماری ولایت
سے خارج اور غضب خدا سے ایمن کرے اور وہ خدا کا شریک قرار دینا اور اوس کے
ساتھ کفر کرنا اور حضرت محمدؐ کی نبوت سے کافر ہونا اور نیز حضرت علی ابن ابی طالبؑ
اور ان کے خلفاء کی ولایت سے کافر ہونا ہے ... ہر ایک گناہ ایسا ہے جس نے
اُس کا احاطہ کیا ہے یعنی اُس کے اعمال کا احاطہ کیا ہے اور انکو باطل و نابود کر دیا ہے
اور اس گناہ پر عمل کرنیوالے اہل جہنم کا احاطہ کرنیوالے ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہینگے
کلینیؒ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے
وقت امامت امیر المومنینؑ کا انکار کرے۔ پس وہ اہل جہنم سے ہے اور ہمیشہ جہنم میں
رہیگا۔ عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ کے دشمن ...

٢٢ ـ عدّةٌ من أصحابنا ، عن سهل بن زياد ، عن محمّد بن عيسى ، عن إسماعيل بن
.. ، عن عثمان بن عفّان السدوسيّ ، عن بشير النبّال قال : سألت أبا جعفر عليه السلام عن
حمّام فقال : تريد الحمّام ؟ فقلت : نعم قال : فأمر بإسخان الحمّام ثمّ دخل فاتّزر بإزار
غطّى ركبتيه وسرّته ثمّ أمر صاحب الحمّام فطلى ما كان خارجاً من الإزار ثمّ قال :
خرج عنّي ثمّ طلى هو ما تحته بيده ثمّ قال : هكذا فافعل .

٢٣ ـ سهل رفعه قال : قال أبو عبدالله عليه السلام : لا يدخل الرّجل مع ابنه الحمّام
فنظر إلى عورته .

٢٤ ـ عليُّ بن محمّد بن بندار ، عن إبراهيم بن إسحاق ، عن يوسف بن السخت رفعه
.. قال أبو عبدالله عليه السلام : لا تتّك في الحمّام فإنّه يذيب شحم الكليتين ، ولا تسرّح في
الحمّام فإنّه يرقّق الشعر ، ولا تغسل رأسك بالطين فإنّه يذهب بالغيرة ، ولا تتدلّك
بالخزف فإنّه يورث البرص ، ولا تمسح وجهك بالإزار فإنّه يذهب بماء الوجه .

٢٥ ـ عليُّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن عليّ بن أسباط ، عن أبي الحسن الرضا عليه السلام
.. قال رسول الله صلّى الله عليه وآله : لا تغسلوا رؤوسكم بطين مصر فإنّه يذهب بالغيرة و يورث
الدياثة .

٢٦ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد بن عيسى ، عن أبي يحيى الواسطيّ ، عن بعض
أصحابنا ، عن أبي الحسن الماضي عليه السلام قال : العورة عورتان القبل و الدبر ، فأمّا الدبر
مستور بالأليتين فإذا سترت القضيب والبيضتين فقد سترت العورة
وقال في رواية أُخرى : و أمّا الدّبر فقد سترته الألیتان و أمّا القبل فاستره
بيدك .

٢٧ ـ عليُّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن غير واحد ، عن أبي عبدالله
عليه السلام قال : النظر إلى عورة من ليس بمسلم مثل نظرك إلى عورة الحمار (١)

٢٨ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن عليّ بن الحكم ، عن أبان بن عثمان ،

(١) يظهر من المؤلف وابن بابويه ـ رحمهما الله ـ القول بمداول الخبر ويظهر من الشهيد و
... عدم الخلاف في التحريم . (آت)

عن ابن أبي يعفور قال ، سألت أبا عبدالله عليه السلام أيتجرّد الرجل عند صبّ الماء ترى ... أو يصبّ عليه الماء أو يرى هو عورة الناس ؟ فقال : كان أبي يكره ذلك من كلّ أحد .

٢٩ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن رفاعة ، عن أبي ... عليه السلام قال : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يدخل حليلته الحمّام[٢] .

٣٠ ـ عدّة من أصحابنا ، عن أحمد بن محمّد بن خالد ، عن عثمان بن عيسى ... سماعة ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يرسل حليلته ... الحمّام .

٣١ ـ عنه ، عن إسماعيل بن مهران ، عن محمّد بن أبي حمزة ، عن عليّ بن يقطين ... قلت لأبي الحسن عليه السلام : أقرء القرآن في الحمّام وأنكح ؟ قال : لا بأس .

٣٢ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن حمّاد بن عيسى ، عن ربعيّ بن عبدالله ، عن ... مسلم قال : سألت أبا جعفر عليه السلام أكان أمير المؤمنين عليه السلام ينهى عن قراءة القرآن في الحمّام ؟ قال : لا إنّما نهى أن يقرء الرجل وهو عريان فأمّا إذا كان عليه إزار فلا بأس .

٣٣ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن حمّاد ، عن الحلبيّ ... أبي عبدالله عليه السلام قال : لا بأس للرجل أن يقرء القرآن في الحمّام إذا كان يريد به ... ولا يريد ينظر كيف صوته .

٣٤ ـ بعض أصحابنا ، عن ابن جمهور ، عن محمّد بن القاسم ، عن ابن أبي يعفور ... أبي عبدالله عليه السلام قال : [قال :] لا تضطجع في الحمّام فإنّه يذيب شحم الكليتين .

٣٥ ـ محمّد بن يحيى ، عن محمّد بن أحمد ، عن عمر بن عليّ بن عمر بن يزيد ، عن محمّد بن عمر ، عن بعض من حدّثه أنّ أبا جعفر عليه السلام كان يقول : من كان يؤمن بالله ... الآخر فلا يدخل الحمّام إلّا بمئزر ، قال : فدخل ذات يوم الحمّام فتنوّر فلمّا ...

(١) حمل على الحرمة . (آت) .

(٢) حمل على ما اذا لم تدع اليه الضرورة كما في البلاد الحارة او على ما اذا ... الحمامات للتنزه والتفرج أو على ما اذا كانت الرجال والنساء يدخلون الحمام معاً ... تناوب (آت) .

أطبقت النورة على بدنه ألقى المئزر فقال له مولى له : بأبي أنت وأمّي إنّك لتوصينا بالمئزر ولزومه وقد ألقيته عن نفسك ؟ فقال : أما علمت أنّ النورة قد أطبقت العورة[١] .

٣٦ ـ الحسين بن محمّد ، عن معلّى بن محمّد ، عن أحمد بن محمّد بن عبدالله ، عن محمّد بن جعفر ، عن بعض رجاله ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وآله : لا يدخل الرجل مع ابنه الحمّام فينظر إلى عورته ، وقال : ليس للوالدين أن ينظرا إلى عورة الولد وليس للولد أن ينظر إلى عورة الوالد ؛ وقال : لعن رسول الله صلّى الله عليه وآله الناظر والمنظور إليه في الحمّام بلا مئزر .

٣٧ ـ الحسين بن محمّد ، عن أحمد بن إسحاق ، عن سعدان ، عن أبي بصير قال : دخل أبو عبدالله عليه السلام الحمّام فقال له صاحب الحمّام : أخليه لك ؟ فقال : لا حاجة لي في ذلك المؤمن أخفّ من ذلك[٢] .

٣٨ ـ الحسين بن محمّد ؛ ومحمّد بن يحيى ، عن عليّ بن محمّد بن سعد ، عن محمّد بن سالم عن موسى بن عبدالله بن موسى قال : حدّثنا محمّد بن عليّ بن جعفر ، عن أبي الحسن الرضا عليه السلام قال : من أخذ من الحمّام خزفة فحكّ بها جسده فأصابه البرص فلا يلومنّ إلّا نفسه ومن اغتسل من الماء الّذي قد اغتسل فيه فأصابه الجذام فلا يلومنّ إلّا نفسه .

قال محمّد بن عليّ : فقلت لأبي الحسن عليه السلام : إنّ أهل المدينة يقولون : إنّ فيه شفاء من العين فقال : كذبوا يغتسل فيه الجنب من الحرام والزاني والناصب الّذي هو شرّهما وكلّ خلق من خلق الله ثمّ يكون فيه شفاء من العين إنّما شفاء العين قراءة الحمد والمعوّذتين وآية الكرسي والبخور بالقسط والمرّ واللّبان[٣] .

(١) السند مجهول ويدل على عدم وجوب ستر حجم العورتين .

(٢) أي مؤونة المؤمن أخف من ذلك .

(٣) القسط ـ بالضم ـ عود من عقاقير البحر يتداوى به وفي القاموس عود هندي وعربي مدر نافع لكبد جداً والمغص . والمر : صمغ شجرة تكون ببلاد المغرب . واللبان ـ بالضم ـ : الكندر .

٢٢ — وقال بعضهم : خرج الصادق عليه السلام من الحمام فلبس وتعمم ، قال : ٢٤٦
فما تركت العمامة عند خروجي من الحمام في الشتاء والصيف .

٢٣ — وقال موسى بن جعفر عليه السلام : الحمام يوم ويوم لا يكثر اللحم وإدمانه ٢٤٧
كل يوم يذهب شحم الكليتين .

٢٤ — وكان الصادق عليه السلام يطلي في الحمام فاذا بلغ موضع العورة قال ٢٤٨
للذي يطلي : تنح ، ثم يطلي هو ذلك الموضع .

ومن أطلى فلا بأس أن يلقي الستر عنه لأن النورة ستر .

٢٥ — ودخل الصادق عليه السلام الحمام ، فقال له صاحب الحمام نخليه لك ؟ ٢٤٩
فقال : لا إن المؤمن خفيف المؤونة .

٢٦ — وروي عن عبيدالله الرافقي (١) قال : دخلت حماماً بالمدينة فاذا شيخ ٢٥٠
كبير وهو قيم الحمام ، فقلت له : يا شيخ لمن هذا الحمام ؟ فقال : لأبي جعفر محمد
ابن علي (ع) ، فقلت : أ كان يدخله ؟ قال : نعم ، فقلت : كيف كان
يصنع ؟ قال : كان يدخل فيبدأ فيطلي عانته وما يليها ثم يلف إزاره على أطراف
احليله ويدعوني فاطلي سائر جسده ، فقلت له يوماً من الأيام : الذي تكره أن
أراه قد رأيته ، قال : كلا إن النورة سترة .

٢٧ — وقال عبد الرحمن بن مسلم المعروف بسعدان : كنت في الحمام في البيت ٢٥١
الأوسط فدخل أبو الحسن موسى بن جعفر عليه السلام وعليه إزار فوق النورة ،

---

(١) نسخة في المطبوعة (الواقفي)

٢٤٦ ـ الكافي ج ٢ ص ٢١٩ .

ـ ٢٤٧ ـ ٢٤٨ ـ الكافي ج ٢ ص ٢١٨ .

ـ ٢٤٩ ـ الكافي ج ٢ ص ٢٢٠ .

ـ ٢٥٠ ـ الكافي ج ٢ ص ٢١٨ .

ـ ٢٥١ ـ التهذيب ج ١ ص ١٠٦ .

٩ — وسأل محمد بن مسلم أبا جعفر عليه السلام فقال : أكان أمير المؤمنين ٢٣٣
عليه السلام ينهى عن قراءة القرآن في الحمام ؟ فقال : لا إنما نهى أن يقرأ الرجل
وهو عريان ، فاذا كان عليه ازار فلا بأس .

١٠ — وقال علي بن يقطين لموسى بن جعفر عليه السلام : أقرأ في الحمام وأنكح ٢٣٤
فيه ؟ قال : لا بأس .

ويجب على الرجل أن يغض بصره ويستر فرجه من أن ينظر اليه .

١١ — وسئل الصادق عليه السلام عن قول الله عزوجل : « قل للمؤمنين يغضوا ٢٣٥
من أبصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك أزكى لهم » ، فقال : كلما كان في كتاب الله
من ذكر حفظ الفرج فهو من الزنا الا في هذا الموضع فانه للحفظ من أن ينظر اليه .

١٢ — وروي عن الصادق عليه السلام أنه قال : إنما كره النظر الى عورة المسلم ٢٣٦
فأما النظر الى عورة من ليس بمسلم مثل النظر الى عورة الحمار .

١٣ — وقال أمير المؤمنين عليه السلام : نعم البيت الحمام تذكر فيه النار ٢٣٧
ويذهب بالدرن .

١٤ — وقال عليه السلام : بئس البيت الحمام يهتك الستر ويذهب بالحياء . ٢٣٨

١٥ — وقال الصادق عليه السلام : بئس البيت الحمام يهتك الستر ويبدي العورة ٢٤٩
ونعم البيت الحمام يذكر حر النار .

ومن الآداب : أن لا يدخل الرجل ولده معه الحمام فينظر الى عورته .

١٦ — وقال رسول الله صلى الله عليه وآله : من كان يؤمن بالله واليوم الآخر ٢٤٠

ـ ٢٣٣ ـ ٢٣٤ ـ الكافي ج ٢ ص ٢٢٠ وأخرج الأخير الشيخ في التهذيب ج ١ ص ١٠٦ .

ـ ٢٣٦ ـ الكافي ج ٢ ص ٢٢٠ .

ـ ٢٣٧ ـ الكافي ج ٢ ص ٢١٨ .

ـ ٢٤٠ ـ الكافي ج ٢ ص ٢٢٠ بتفاوت يسير .

في الدّنيا والآخرة ، وتوعّدهم بالعذاب الأليم وأوجب عليهم الحدّ في الدّنيا .

فالدة قد تقدّم حدث قدامة لمّا شرب الخمر وقول علي عليه السلام لعمر: إن تاب أقم عليه الحدّ فلمّا أظهر لتوبة لم يدر عمر كيف يحدّه ، فقال لأمير المؤمنين عليه السلام أشر علي في حدّه فقال: حدّه ثمانين لأنّ شارب الخمر إذا شربها سكر و إذا سكر هذي ، و إذا هذي افترى قال الله تعالى «إنّ الّذين يرمون المحصنات» إلى آخرها فدلّ ذلك على أنّ حدّ المسكر ثمانون ، و هذا ليس قياساً منه عليه السلام لأنّ مذهبه تحريم القياس ، بل بياناً للعلّة كما سمعه عن النبيّ صلى الله عليه وآله ولذلك لمّا سكر الوليد فأراد عثمان بن عفّان حدّه وكان رأيه في الحدّ أربعين فأشار إلى علي عليه السلام بضربه فضربه بمدّة لها رأسان أربعين جلدة فكانت ثمانين .

القسم الثالث

✿ (حد السرقة) ✿

وفيه آيتان :

الاولى : وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِنَ اللهِ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (١) .

إعراب السّارق والسّارقة كما تقدّم في الزاني والزانية من المذهبين «وجزاء» و «نكالا» منصوبان على المفعول له والنكال العذاب ولا شكّ أنّ الآية مشتملة على أحكام كلّها مجملة تفتقر إلى بيان من النبيّ صلى الله عليه وآله لقوله تعالى «لتبيّن للناس ما نزّل إليهم»(٢) وعندنا أنّ الأئمّة عليهم السلام كذلك لما ثبت من كونهم حفظة للشرع بعده صلى الله عليه وآله .

١ ـ «السارق و السارقة» سواء قلنا إنّ اسم الجنس المعرّف باللاّم للعموم

(١) المائدة : ٣٨ .

(٢) النحل : ٤٤ .

فتخالسا نفسيهما بنوافذ ... كنوافذ العبط التي لا ترقع (١)

. لانه الاصل ويجوز هذا ايضا فيما ليس من خلق الانسان كقولك للاثنين خلّيا نساءكما وانت تريد امرأتين قال ويجوز التوحيد ايضا لو قلت في الكلام السارق والسارقة فاقطعوا يمينهما جاز لان المعنى اليمين من كل واحد منهما قال الشاعر (كلوا في بعض بطنكم تعيشوا) ويجوز في الكلام ان تقول آتني برأس شاتين وبرأسي شاة فمن قال برأس شاتين اراد الراس من كل شاة منهما ومن قال برأسي شاة اراد رأسي هذا الجنس قال الزجاج انما جمع ما كان في الشيء منه واحد عند الاضافة الى الاثنين لان الاضافة تبين ان المراد بذلك الجمع التثنية لاالجمع وذلك انك اذا قلت شبعت بطونهما علم ان للاثنين بطنين فقط و اصل التثنية الجمع لانك اذا ثنيت الواحد فقد جمعت واحداً الى واحد وربما كان لفظ الجمع اخف من لفظ الاثنين فيختار لفظ الجمع ولايشتبه ذلك بالتثنية عند الاضافة الى اثنين لانك اذا قلت قلوبهما فالتثنية في هما قد اغنتك عن تثنية القلب قال وان ثني ما كان في الشيء منه واحد فذلك جائز عند جميع النحويين و انشد (ظهراهما مثل ظهور الترسين) (٢) فجاء باللغتين و هذا كما حكينا عن الفراء في قول الهذلي فتخالسا نفسيهما البيت و قوله جزاء بما كسبا قال الزجاج انتصب جزاء بانه مفعول له و كذلك نكالا من الله وان شئت كانا منصوبين على المصدر الذي دل عليه فاقطعوا لان معنى فاقطعوا جازوهم ونكلوا بهم قال الازهري تقديره لينكل غيره نكالا عن مثل فعله من نكل ينكل اذا جبن

(المعنى)

لما ذكر تعالى الحكم فيمن اخذ المال جهارا عقبه ببيان الحكم فيمن اخذ المال اسرارا فقال (والسارق و السارقة) والالف واللام للجنس فالمعنى كل من سرق رجلا كان او امرأة وبدأ بالسارق هنا لان الغالب وجود السرقة في الرجال وبدأ في آية الزنا بالنساء فقال الزانية والزاني لان الغالب وجود ذلك في النساء (فاقطعوا ايديهما) اي ايمانهما عن ابن عباس والحسن والسدي و عامة التابعين قال ابو علي في تخطي المسلمين الى قطع الرجل اليسرى بعد قطع اليد اليمنى و تركهم قطع اليد اليسرى دلالة على ان اليد اليسرى لم ترد بقوله فاقطعوا ايديهما الاترى انها لو اريدت بذلك لم يكونوا ليدعوا نص القرآن الى غيره وهذا يدل على ان جمع اليد في هذه الآية على حد جمع القلب في قوله فقد صغت قلوبكما و دلت قراءة عبد الله بن مسعود على ان المراد بالايدي الايمان قال العلماء ان هذه الآية مجملة في ايجاب القطع على السارق و بيان ذلك مأخوذ عن السنة واختلف في القدر الذي يقطع به يد السارق فقال اصحابنا يقطع في ربع دينار فصاعداً وهو مذهب الشافعي والاوزاعي و ابي ثور ورووا عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وآله انه قال لاتقطع يد السارق الا في ربع دينار فصاعدا وذهب ابو حنيفة و اصحابه انه يقطع في عشرة دراهم فصاعدا و احتجوا بما روى عن عطا عن ابن عباس أن ادنى ما يقطع فيه ثمن المجن قال وكان ثمن المجن على عهد رسول الله عشرة دراهم وذهب مالك انه يقطع في ثلاثة دراهم فصاعداً و روى عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وآله قطع سارقا في ثمن مجن ثلاثة دراهم و قال بعضهم لاتقطع الخمس الا في خمسة دراهم و اختاره ابو علي الجبائي وقال لانه بمنزلة من منع خمسة دراهم من الزكوة في انه فاسق وقال بعضهم تقطع يد السارق في القليل و الكثير و اليه ذهب الخوارج واحتجوا بعموم الآية وبما روى عن النبي صلى الله عليه وآله انه قال لعن الله السارق يسرق البيضة فتقطع يده ويسرق الحبل فتقطع يده وهذا الخبر قد طعن اصحاب الحديث في سنده و ذكر ايضا في تأويله ان المراد بالبيضة بيضة الحديد التي تغفر

(١) فتخالسا اي خلس كل منهما نفس صاحبه والبيت لابي ذويب الهذلي من قصيدة له في رثاء بنيه ومن هذه القصيدة قوله واذا المنية انشبت اظفارها والنوافذ الجروح النافذة والعبط جمع العبيط وهو الشق والمراد من الشقوق التي لاترقع نظير شق الجيب و اطراف الكم و الذيول فانها لمصلحة الثوب ولا يرقع بعد الشق (٢) قبله ومهمهين قذفين مرتين وبعده جبتهما بالنعت لابالنعتين اي وصف لي مرة واحدة شبه المهمه بالترس في عدم النبت والاعلام

مسلم قال : قلت لأبي عبدالله عليه السلام : في كم يقطع السارق ؟ فقال في ربع دينار ، قال : قلت له : في درهمين ؟ فقال : في ربع دينار ـ بلغ الدينار ما بلغ ـ قال : فقلت له : أرأيت من سرق أقلّ من ربع دينار هل يقع عليه حين سرق اسم السارق ؟ وهل هو عندالله سارق في تلك الحال ؟ فقال كلّ من سرق من مسلم شيئاً قد حواه وأحرزه فهو يقع عليه اسم السارق وهو عندالله سارق ولكن لا يقطع إلّا في ربع دينار أو أكثر ولو قطعت أيدي السرّاق فيما هو أقلّ من ربع دينار لألفيت عامّة الناس مقطعين .

﴿ باب ﴾

☼(حد القطع و كيف هو)☼

١ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ؛ ومحمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد جميعاً ، عن ابن أبي عمير ، عن حمّاد ، عن الحلبيّ ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : قلت له : من أين يجب القطع ؟ فبسط أصابعه وقال : من ههنا ـ يعني من مفصل الكفّ[1] ـ .

٢ ـ محمّد بن يحيى ، عن أحمد بن محمّد ، عن عليّ بن الحكم ، عن عليّ بن أبي حمزة ، عن أبي بصير ، عن أبي عبدالله عليه السلام قال : القطع من وسط الكفّ ولا يقطع الإبهام و إذا قطعت الرجل ترك العقب لم يقطع .

٣ ـ حميد بن زياد ، عن الحسن بن محمّد بن سماعة ، عن غير واحد ، عن أبان بن عثمان عن زرارة ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : كان عليّ صلوات الله عليه لا يزيد على قطع اليد و الرّجل ويقول : إنّي لأستحيي من ربّي أن أدعه ليس له ما يستنجي به أو يتطهّر به قال : وسألته إن هو سرق بعد قطع اليد والرجل ، فقال : استودعه السجن أبداً وأغنى عن الناس شرّه .

٤ ـ عليّ بن إبراهيم ، عن أبيه ؛ وعدّة من أصحابنا ، عن سهل بن زياد جميعاً ، عن

(١) اي المفصل التى بين الكف والاصابع فان المشهور بين الاصحاب انه يقطع الاصابع الاربع من اليد اليمنى اولا ويترك له الراحة والابهام ولو سرق ثانيا قطعت رجله اليسرى من مفصل القدم يترك له العقب يعتمد عليها ، فان سرق ثالثة حبس دائماً ولو سرق بعد ذلك قتل . (آت)

﴿ ٣٩٤ ﴾ ١١ ـــ عنه عن احمد بن ابي عبد الله وفضالة عن ابان عن زرارة عن ابي جعفر عليه السلام مثله .

﴿ ٣٩٥ ﴾ ١٢ ـــ وعنه عن ابن ابي عمير عن حماد عن الحلبي عن ابى عبد الله عليه السلام قال : يقطع السارق في كل شيء بلغ قيمته خُمس دينار وإن سرق من سوق او زرع او غير ذلك ،

فالوجه في هذه الاخبار ان نحملها على ضرب من التقية لأنها موافقة لمذهب بعض العامة ، ويحتمل هذه الاخبار أن تكون مختصة بمن يرى الامامُ من حاله أن المصلحة تقضي فيه قطع يده فيما هـــذا قيمته لأن ذلك من فرائضه التى يقوم بها هو أو من يأمره هو به ، والذي يكشف عما ذكرناه ما رواه :

﴿ ٣٩٦ ﴾ ١٣ ـــ يونس عن محمـد بن حمران عن محمد بن مسلم قال : قال ابو جعفر عليه السلام : ادنى ما تقطع فيه يد السارق خمس دينار ، والخمس آخر الحد الذي لا يكون القطع في دونه ، ويقطع فيه وفيما فوقه .

﴿ ٣٩٧ ﴾ ١٤ ـــ احمد بن محمد عن ابن ابي عمير عن حماد عن الحلبي عن ابى عبد الله عليه السلام قال : قلت له : من ان يجب القطع ؟ فبسط اصابعه وقال : من هاهنا يعني من مفصل الكف .

﴿ ٣٩٨ ﴾ ١٥ ـــ عنـه عن علي بن الحكم عن علي بن ابي حمزة عن ابي بصير عن ابي عبد الله عليه السلام قال : القطع من وسط الكف ولا يقطع الابهام ، واذا قطعت الرجل ترك العقب ولم يقطع .

﴿ ٣٩٩ ﴾ ١٦ ـــ ابو علي الاشعري عن محمد بن عبد الجبار عن صفوان

- ٣٩٤ - الاستبصار ج ٤ ص ٢٤٠ الكافي ج ٢ ص ٢٩٩ الفقيه ج ٤ ص ٤٥
- ٣٩٥ - ٣٩٦ - الاستبصار ج ٤ ص ٢٤٠
- ٣٩٧ - ٣٩٨ - ٣٩٩ - الكافي ج ٢ ص ٣٠٠

قبل أن يقطع بالسرقة الاولى ولو أن الشهود شهدوا عليه بالسرقة الأولى ثم امسكوا حتى تقطع يده ثم شهدوا عليه بالسرقة الاخيرة قطعت رجله اليسرى .

﴿ ٤١٩ ﴾ ٣٦ — احمد بن محمد بن عيسى عن ابن محبوب عن عبد الله ابن سنان عن ابي عبد الله عليه السلام في رجل أشل اليد اليمنى أو أشل الشمال سرق قال : تقطع يده اليمنى على كل حال

﴿ ٤٢٠ ﴾ ٣٧ — يونس بن عبد الرحمان عن المفضل بن صالح عن بعض اصحابه قال : قال ابو عبد الله عليه السلام : اذا سرق الرجل ويده اليسرى شلاء لم تقطع يمينه ولا رجله وإن كان اشل ثم قطع يد رجل قص منه يعني لا يقطع بالسرقة ولكن يقطع في القصاص .

﴿ ٤٢١ ﴾ ٣٨ — عنه عن عبد الرحمان بن الحجاج قال : سألت أبا عبد الله عليه السلام عن السارق يسرق فتقطع يده ثم يسرق فتقطع رجله ثم يسرق هل عليه قطع ؟ فقال : في كتاب علي عليه السلام إن رسول الله صلى الله عليه وآله مضى قبل أن يقطع اكثر من يد ورجل ، وكان علي عليه السلام يقول : اني لاستحي من ربي ان لا ادع له يداً يستنجي بها او رجلا يمشي عليها ، قال : فقلت له : لو أن رجلا قطعت يده اليسرى في قصاص فسرق ما يصنع به ؟ قال : فقال : لا يقطع ولا يترك بغير ساق ، قال : قلت : فلو أن رجلا قطعت يده اليمنى في قصاص ثم قطع يد رجل أيقتص منه ؟ ام لا ؟ فقال : انما يترك في حق الله عز وجل فأما في حقوق الناس فيقتص منه في الأربع جميعاً

﴿ ٤٢٢ ﴾ ٣٩ — احمد بن محمد عن البرقي عن النوفلي عن السكوني عن جعفر

- ٤١٩ - ٤٢٠ - ٤٢١ - الاستبصار ج ٤ ص ٢٤٢ واخرج الاول الكليني في الكافي ج ٢ ص ٣٠١ - ٤٢٢ - الكافي ج ٢ ص ٣٠٢ الفقيه ج ٤ ص ٤٤ بتفاوت فيها

﴿ ٤٩٩ ﴾ ١١٦ — علي عن ابيه عن النوفلي عن السكوني عن ابي عبد الله عليه السلام قال : قال رسول الله صلى الله عليه وآله : لا كفالة في حد .

﴿ ٥٠٠ ﴾ ١١٧ — علي عن ابيه عن ابن ابي نجران عن عاصم بن حميد عن محمد بن قيس عن ابي جعفر عليه السلام قال : قضى امير المؤمنين عليه السلام في رجل جاء به رجلان وقالا : ان هذا سرق درعاً فجعل الرجل يناشده لما نظر في البينة وجعل يقول : والله لو كان رسول الله صلى الله عليه وآله ما قطع يدي ابداً قال : ولم ؟ قال يخبره ربه اني بريء فيبرئني ببرائتي ، قال : فلما رأى مناشدته اياه دعا الشاهدين فقال : اتقيا الله ولا تقطعا يد الرجل ظلماً وناشدهما ثم قال : ليقطع احدكما يده ويمسك الآخر يده فلما تقدما الى المصطبة ليقطع يده ضرب الناس حتى اختلطوا . فلما اختلطوا ارسلا الرجل في غمار الناس حين اختلطوا بالناس فجاء الذي شهدا عليه فقال : يا امير المؤمنين شهد علي الرجلان ظلماً ، فلما ضرب الناس واختلطوا أرسلاني وفرا ولو كانا صادقين لم يرسلاني فقال امير المؤمنين عليه السلام : من يدلني على هذين انكلهما ؟ .

﴿ ٥٠١ ﴾ ١١٨ — علي عن ابيه عن الوشا عن عاصم بن حميد عن محمد ابن قيس عن ابي جعفر عليه السلام قال . قضى امير المؤمنين عليه السلام في رجلين قد سرقا من مال الله احدهما عبد مال الله والاخر من عرض الناس فقال : اما هذا فمن مال الله ليس عليه شيء ، مال الله اكل بعضه بعضاً ، وأما الآخر فقدمه وقطع يده ثم أمر ان يطعم السمن واللحم حتى برأت يده

﴿ ٥٠٢ ﴾ ١١٩ — سهل بن زياد عن محمد بن سليمان الديلمي عن هارون ابن الجهم عن محمد بن مسلم عن ابي جعفر عليه السلام قال اتي امير المؤمنين عليه السلام بقوم لصوص قد سرقوا فقطع ايديهم من نصف الكف وترك الابهام لم يقطعها وأمرهم

- ٤٩٩ - الكافي ج ٢ ص ٣٠٩ - ٥٠١ - ٥٠٢ - الكافي ج ٢ ص ٣١٣

چنانکه نوشته است واقعیّتی قائل نیست و گوید آنچه نام متشابه بر آن نهاده اند نسبت بجماعتیست شاید آیه ای نسبت بگروهی متشابه باشد و نسبت بدیگران محکم چنانکه همه قرآن برای عجمی که زبان عربی نمیداند متشابه است و آیهٔ هو الاول و الاخر و الظّاهر و الباطن برای امثال ملا صدرا متشابه نیست و بران زمخشری متشابه انتهی . ما کاری نداریم باینکه این گفتار اساساً صحیح است یا نه و آیا یك نفر ایرانی مثلاً که زبان انگلیسی نداند تمام آن لغت را ... باز متشابه میگویند یا اصلاً این سخن اشتباهست ولی مایه تعجب این است که عنوان محکم و متشابه از صفات الفاظست وازلحاظ دلالت بروجهیست که اورا محکم یا متشابه میگویند ... مسلماً برای کسیستکه عارف بلغت عرب و اوضاع الفاظ و موارد استعمالات آنها و ... و قوانین کلام عرب باشد و ربطی بتبحّر در حکمت و عرفان ندارد و هر گاه کسی مثلا ... فلسفی را نیکو بداند و مسئلهٔ الواحد لا یصدر منه إلّا الواحد و الواحد لا یصدر إلّا عن الواحد را تحلیل و تحقیق نماید دلیل نیست بر اینکه ادبیّت عربی و قوانین عربیّت را بطور کامل بداند و بر امثال زمخشری که از فحول ادبیّت است مزیّت داشته باشد درخاتمه چند کلمه نیز از محیی الدین عربی که در نظر مریدان خود قطب العارفین است مینویسیم تا خوانندگان و مطالعه کنندگان این اوراق بدانند که قیسمت مهمّ بدبختی و فقردینی ومعارفی ... مسلمین از کجا سرچشمه گرفته ، در تفسیر آیه شریفه « ان الله یأمرکم ان تذبحوا بقرة » گوید هی النفس الحیوانیة و ذبحها ، قمع هواها الذی هو حیاتها و منعها من الافعال الخاصة بها ... بشفرة سكّين الرّياضة . ودر تفسير آيه « و لسليمان الرّيح عاصفة » گوید : ای سخّرنا لسليمان ... العملي و المتمكّن على عرش النّفس في الصّدر ريح الهوى عاصفة في هبوبها « تجري بامره » ... « إلى الارض » ارض البدن المتدرّب بالطاعة و الادب « الّتي باركنا فيها » بتمييز الاخلاق والملكات الفاضلة و الاعمال الصالحة « و كنّا بكل شيء عليم » . . . . « و من الشّياطين » ... الوهم و التخيّل « من يغوصون له » في بحر الهيولى الجثمانيّة ويستخرجون درر المعاني ... الخ این دو موضوع را بعنوان نمونه ذکر کردیم و گرنه از اینگونه سخنان در کتابهای ... بسیار دیده میشود وبیهوده تر ازاین مذکورات ، تأویلات بعضی ازنویسندگان امروزیست ... از حلیهٔ علم و معرفت عاری و ازحکمت و عرفان هم بهره ای نبرده اند که جنّ وشیاطین را ... از میکروبها میدانند .

ترجمهٔ مؤلف

مؤلف تفسیر شریف منهج الصّادقین عالم جلیل و محدّث نبیل و مفسّر فاضل کامل مولی

فتح الله بن مولی شکر الله کاشانیست وی ازعلمای زمان شاه طهماسب صفوی و از تلامذهٔ ... جلیل معروف علیّ بن حسن زوّاره‌ایست و بتوسط او از شیخ علی بن‌عبد العالی کرکی ... کرده است از مؤلّفات او است تفسیر منهج الصّادقین في الزام المخالفین که همین کتاب ... است و قریب صد و هشتاد هزار بیت و در پنج مجلد قرار داده و کتاب دیگر در تفسیر خلاصة المنهج که مختصر و خلاصه تفسیر کبیر او یعنی منهج الصادقین است و تفسیردیگر ... که موسوم به زبدة التفاسیر نزدیك هشتاد هزار بیت است در دو مجلد که بعد از دوتفسیر ... تألیف کرده و ترجمهٔ قرآن بفارسی کهمشهور است . و از تألیفات او است کتاب تنبیه الغافلین ... تذکرة العارفین که در شرح نهج البلاغة نوشته و معروفست و کتاب کشف الاحتجاج در ... احتجاج طبرسی رحمه الله که برای سلطان عصر خود (شاه طهماسب) نوشته مؤلف کتاب ریاض العلماء گوید : من‌این کتاب را در اردبیل در خزانه شیخ صفیّ دیدم و هم او گوید : وفاتش در نیمه ماه ذی القعدة الحرام سنه ٩٧٧ وتاریخ وفاتش مطابقست با عدد (ملاذ الفقهآء) و ... از شعراء ، اشعاری در مدح و رثاء وی گفته ومادهٔ تاریخ فوت او را بنظم آورده :

مفتی دین متین کاشف قرآن مبین — واقف سرّ قدر عالم اسرار قضا
هادی وادی تفسیر که در حلّ کلام — خاطرش بود در اسراریقین پرده گشا
ملکی‌ذات و فلك مرتبه‌فتح الاسلام — که بُد از قوت او رایت اسلام بپا
قدوهٔ اهل فقاهت که بمصباح‌دروس — همه را بود بارشاد بحقّ راهنما
کرد پرواز بشهبازسبك جنبش عزم — دل وسعت طلبش ناگه از این‌تنك فضا
فقها را چو ملاذی بجز آن‌قدوه‌نبود — بهر تاریخ نوشتند ـ ملا ذالفقهآء

آنچه در ترجمهٔ مرحوم مؤلّف نگاشتیم منقولست از کتاب روضات و صاحب روضات از کتاب ریاض العلماء نقل نموده و برای ترجمه و شرح احوال آن مرحوم ، مصدر و مدرك دیگری بدست نیاوردم و مرحوم ثقة العلماء والمحدّثین حاج شیخ عبّاس قمی (ره) نیز فوائد رضویّه ترجمهٔ وی را از روضات و ریاض اخذ نموده است .

بین عامّه مردم مشهور است سکته کردن ومدفون شدن وزنده شدن درقبر ، ونذر کردن مرحوم مؤلّف نوشتن تفسیری برای قرآن کریم و بیرون شدن وی از قبر بوسیلهٔ نبّاش ولی ریاض و روضات آن داستان رابشیخ طبرسی (ره) مؤلّف مجمع البیان نسبت داده‌اند .

هذا آخر ما اردنا بیانه فی‌هذه المقدّمة والحمدلله الّذي هدانا لهذا وما كنّا لنهتدی لولا أن هدانا الله وقد تمّ الفراغ منها في ليلة العشرين من شهر رمضان المبارك سنة ١٣٨٥ ـ ه بيد مؤلّفها العبد المذنب الجانی ابو الحسن بن السيّد محمّد كاظم الكرونّی الاصفهانی .